قال تعالیٰ

یجمعون ۔۔۔ فلیفرحوا هو خیر مما
قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک

چوں آیت ہذا کہ حاصل مضمون اشعار ثلثہ مرقومہ پیشانی صفحہ ادا می کنند

بعموم الفاظ خود امر ست بفرح را بوجود باجود سید العابدین و محبوب المعبود صلی اللہ علیہ وسلم الی الیوم الموعود کہ از اعظم افراد فضل و رحمت است و نیز بخصوص مقام کہ در سیاق مدح قرآن مجید و رست ماہی ست از ابتداع فرح کسالا امتثالا للامر و انتہاءً عن المذکورین

وعظ ہذا

مسمّٰی بہ

السرور

بظہور النور

وملقب بہ

ارشاد العباد فی عید المیلاد

کہ مظہر و مبین امر و نہی مذکورین او منظر ست از لسان حضرت مولانا الحاج الحافظ القاری محمد اشرف علی صاحب تھانوی در اوائل ربیع الاول کہ مصداق ابیات ثلثہ مرقومہ پیشانی است الاولان منقولان عن علی القاری والاخیر من الواعظ ۱۳۳۳ھ بیان شد و بعد ضبط مولوی محمد عبد اللہ بعد نظر ثانی صاحب الوعظ بقصد تبلیغ امر و نہی مذکورین خاکسار سید مرتضیٰ علی مراد آبادی

نے

بلا دلی تسمیہ ٹیسپی بساط دہر کے زمین باہتمام منشی کرم بخش پرنٹر

چھپوایا

ربیع فی ربیع فی ربیع

ونور فوق نور فوق نور

السرور کے طبع ہونے میں جو غلطیاں رہگئی ہیں اُن کا صحت نامہ

میرے مہربان کاتب صاحب نے جن پر مجھکو پورا اطمینان و اعتماد تھا اور یہ یقین تھا کہ وہ اس کتاب کو عمدہ طور پر تحریر فرماوینگے (جس کے باعث میں دوسرے کاتب سے لکھوانا پسند نہ کیا تھا) انھوں نے ملاقات کا خوب حق ادا کیا اول نو کاپیاں میری خیال کے خلاف بہت خراب تحریر فرمائیں۔ دوسرے تحریر میں بھی بہت زیادہ غلطیاں کردیں جنکو میں بوجہ علالت (چونکہ میں اس زمانہ میں بیمار ہوگیا تھا اور ابتک طبیعت صاف نہیں ہے) کے زیادہ غور سے نہ دیکھ سکا اور اکثر غلطیاں رہگئیں ہیں جس کا نہایت افسوس و صدمہ ہے ؏

بدیں وجہ ناظرین سے گذارش ہے کہ اول اس کتاب کی صحت فرمالیں اُسکے بعد کتاب ملاحظہ فرماویں:

احقر سید مرتضیٰ علی مرادآبادی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
[illegible]	۵	واعظ	وعظ	۱۲	۱۹	بے انتا	بے انتہا	۳۰	۲۲	سبب	سب
۲	۲	ابتدا	ابتداء	″	۲۲	کوتمک	کو تمک			فضائل منصوص	فضائل منصوص
″	۱۵	محرم	محروم	۱۳	۲۱	اوربست اوربہت	اوربہت	۳۱	۶	ہوں جب	بھی نہیں
۳	۱	کرہیا	کرلیا	۱۴	۱۳	تفتل	قصتل	″	۷	حدیث میں آتی ہے	حدیث میں آتی ہے
″	۸	دینوی	دنیوی			طمت	لہمت طائفتہ	″	۲۲	عیدفانی	عیدزمانی
″	۱۱	وجودیاوجود	وجودیاجود	″	۲۲	طانتمنہم	منہم	۳۳	۷	اسدلال	استدلال
″	۱۸	شو	نہو	۱۵	۲	یتبغوا	تبتغوا	″	۱۰	جبس ستثنی منہ	جنس مستثنی منہ
″	۳ ف	ترابہتان	نرابہتان	″	۹	ویتبغوا	وابتغوا	″	۱۸	تشریف اور	تشریف لائے اور
۴	۴	نہی	منہی	″	۱۳	تفسیرکے	تفسیرکے	″	۲۳	العاء	القاء
″	۹	حاشالمہ	حاشا اللہ	۱۷	۱۶	معنظمہ	معظمہ	۳۴	۴	سی طرح	اسی طرح
″	۱۹	چہترہ	چھترہ	۱۷	۲ ف	ت شریفہ	نبوت شریفہ	″	۹	ذبان	زمان
″	۲۱	توبیشک	تو وہ بیشک	۲۰	۲۲	بڑھادیتا	بڑھادیتاہے	″	۱۳	سکے عدم	اسکے عدم
″	۲۳	مادون فیہ	ماذون فیہ	۲۱	۴	دلبراست	دلبرماست			آخرمیں	آخرمیں ملحق
۵	۱۶	لرین	کریں	″	۱۲	ومقصود	تومقصود	″	۲۲	کردیجاویگی	کردی جاویگی
″	۱۸	قاسدہ	فاسدہ	۲۲	۶	تعیر	تغیر	۳۵	۱۹	اعتدلال	اعتدال
″	۲۰	ماجود	باجود	″	۹	کرر	مکرر	۳۶	۲	منکرین	منکر
۶	۲	الکوکرہ	الکثرذکرہ	″	۱۹	ین	میں	″	۵	عیداولالنا	عیدالاولنا
″	۶	سنہ دکمہ	سنن موکدہ	″	″	دمدیا	دیدیا	۳۷	۳	الملکت	الملکت
″	۲ ف	مجلد	مجلس	۲۳	۴	راست است	راست راست	۳۸	۸	وغیرہ ہما	وغیرہما
۷	۱۱	مجنوب	محبوب	″	۱۵	ظاہرمال	ظاہرحال	″	۱۹	لک	ملک
″	۱۷	مجب	محب	″	۲۲	مستی میں	وقت مستی میں	″	۲۲	سبب کے	توسبب کے
″	۲۲	پیزادہ	پیرزادہ	۲۴	۱۳	ہلال	بلال	۴۰	۳	اورسکانام	اوراسکانام
″	۴	عجیب	محبوب	″	۱۵	ایک حبشی	ایک عبدحبشی	″	۸	جب ہی	جب اتنی
۸	۱	کرلیتے میں	کرلیتے ہیں	″	۱۹	اے بلال تم	اے بلال تم	۴۳	۱۸	ھی	بھی
″	۳	ذکرولادیت	ذکرولادت	۲۵	۱۰	اشعار	اشعار	″	۱۹	بتداع	ابتداع
″	۱۰	آیت کریمہ	آیت کریمہ	۲۶	۱	عرض	غرض	″	۲۰	لیونکہ	کیونکہ
۹	۲۳	قلنطی	غلطی	۲۷	۲۳	جوچیز	جوچیزیں	″	۲۳	عبدنا	عیدنا
۱۰	۵	رندی نیت	رندی نیست	۲۸	۵	سلسلہ	مسلسلہ	۴۴	۵	حطبہ پر	خطبہ پر
″	۱۴	اورنہیں سمجھتا	اوریہ نہیں سمجھتا	″	۱۴	لکہ	بلکہ	۴۵	۸	ضمیراجع	ضمیرراجع
۱۲	۴	لیجاتاہے	لیجاتاہے	″	۱۷	مشقد	منعقد	″	۱۰	اگز	اگر
″	۹	کھوڑے	گھوڑے		۲۰	حدث	حدیث	″	۲۲	حاجت نہی	حاجت نہ تھی
″	۲۳	لوگودوزو	لوگوودوڑو	۳۰	۵	باقی سیب	باقی جس کا سبب				

قال تعالیٰ قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا
ھو خیر مما یجمعون

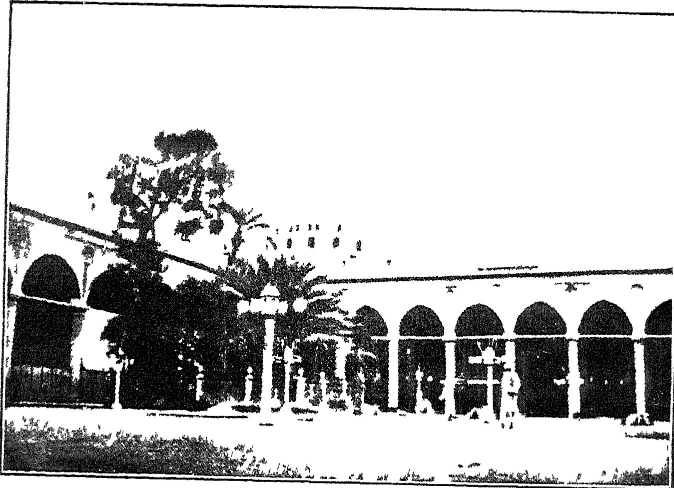
حضرت حکیم الامۃ جامع شریعت وطریقت جناب مولانا الحاج
الحافظ القاری محمد اشرف علی صاحب تھانوی
مدفیوضہم کا وعظ مسمّٰی بہ

السرور

بظہور النور

ملقب بہ

ارشاد العباد فی عید المیلاد



(نقشہ حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)

جسکو حضرت مولانا ممدوح نے ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۳ ھجری کو بعد
نماز جمعہ جامع مسجد تھانہ بھون میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی ولادت شریفہ پر فرح کا مامور بہ ہونا اور عید میلاد النبی پر
مفصل بیان فرمایا اور جناب مولوی محمد عبد اللہ
صاحب گنگوہی نے منضبط فرمایا -

تمہید وعظ السرور

بعد الحمد والصلوٰۃ آنکہ مجالس میلاد مروجہ کا منکر ہونا تو حضرات علمار محققین کے بہت سے رسائل ورفتاوے سے واضح ہو چکا ہے۔ لیکن چند سال سے بعض شائقین ایجاد فی الدین اور بعض نو تعلیم یافتہ حضرات نے ایک اور نئی رسم ایجاد کی ہے کہ ۱۲۔ ربیع الاول کو عید مناتے ہیں اور اُس کا نام **عید میلاد النبی** قرار دیا ہے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سچّے جان نثاروں پر یہ اتہام لگاتے ہیں کہ یہ لوگ حضور کے ذکر شریف پر فرح کے اظہار کے مانع ہیں اور افسوس یہ ہے کہ بہت سے سیدھے سادے بھولے بھالے خالی الذہن عوام بھی ان کی رنگ آمیزی میں آکر حضرات علمار حقانیین کے فیوض سے بھی محروم رہتے ہیں اور اُن کے عقائد میں بھی تزلزل آجاتا ہے اس لئے کہ غیر دین کو دین سمجھ لینا بہت سخت امر ہے بنا برین حکیم الامۃ جامع شریعت وطریقت حضرت مولانا **اشرف علی صاحب** دامت برکاتہم نے چند روز سے اس کا التزام فرمالیا ہے کہ اس کے متعلق ہر سال ماہ ربیع اول میں بیان ہو جایا کرے تاکہ تنبیہ کا تجدد ہو جایا کرے چنانچہ سنہ ۱۳۳۱ و سنہ ۱۳۳۲ھ کے ربیعین میں دو وعظ اسی مبحث میں **النور** اور **الظہور** کے نام سے شائع ہو چکے ہیں امسال بھی حسب معمول اسی مبحث میں وعظ فرمایا اور اس وعظ میں نفس فرح علی ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مامور بہ ہونا اور **عید المیلاد** مروج کا قرآن وحدیث واجماع وقیاس چاروں دلائل کے خلاف ہونا فقہی طرز سے بیان فرمایا ہے اور مخالفین کو جن دلائل سے تمسک کی گنجائش تھی اُنکے شافی جوابات بھی بیان فرمادئے اور یہ بیان ایسا مفید و نافع ہوا کہ جن کی طرف روئے سخن تھا اُنکے لئے تو خصوصیت کے ساتھ نافع ہونا ظاہر ہی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی بہت سے علمی مضامین اور نکات اور حقائق و دقائق پر مشتمل ہونیکے سبب طلبۃ اہل علم اور طلبا اور جو علم دین سے کچھ بھی دلچسپی اور مس رکھتے ہیں اُنکو بھی اپنی معلومات بڑھانے کا بہترین ذریعہ اور بہت سے ایسے اغلاط اور شبہات و شکوک کو زائل کرنیوالا تھا۔ کہ جنکا زائل ہونا دین کی حیثیت سے ضروری ہے اور سب سے بڑا نفع جو یہ ناکارہ حضرت مولانا کے اس وعظ اور جمیع مواعظ کے مطالعہ میں سمجھ رہا ہے وہ یہ ہے کہ اُنکے بار بار بکثرت دیکھنے سے دین کی محبت قلب میں راسخ اور جاگزیں ہو جاتی ہے پس جب یہ وعظ اتنے فوائد کو مشتمل تھا اسلئے جناب حاجی سید مرتضی علی صاحب مرادآبادی اور جناب عنایت علی خانصاحب جلال آبادی اور منشی فضل الرحمن صاحب نے شوق ظاہر فرمایا کہ اسکو ہم طبع کراکر شائع کرینگے چنانچہ النور و الظہور کیطرح اس وعظ کو بھی مواعظ کے سلسلہ سے علیحدہ کرکے مستقل رسالہ کی شکل میں شائع کیا جاتا ہے امید ہے کہ جو حضرات اس سے نفع اُٹھائیں وہ حضرت مولانا مدظلہم العالی کیلئے کہ جو سرچشمہ اس فیض کے ہیں اور اس ناکارہ ضبط کنندہ کیلئے اور شائع کنندگان کیلئے بھی دعائے حسن خاتمہ فرمادیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم:۔ الراقم احقر محمد عبد اللہ عفی عنہ گنگوہی

فہرست مضامین وعظ السرور بظہور النور ملقب بہ ارشاد العباد فی عید المیلاد

تمت



السرور بظهور النور

ملقب بہ

ارشاد العباد فی عید المیلاد

این	متی	کم	کیف	لم	ماذا	من ای شان	من ضبط	المستمعون	اشتات
کہاں ہوا	کب ہوا	کتنا ہوا	بیٹھکر یا کھڑے ہوکر	کیوں ہوا	کیا مضمون تھا	کس طبقہ کو زیادہ مفید تھا	کس نے لکھا	سامعین کی تخمینا تعداد	متفرقات
جامع مسجد تھانہ بھون	۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ	۳ گھنٹہ بعد نماز جمعہ سے قریب مغرب تک اور درمیان میں نماز عصر پڑھی گئی	بیٹھکر	تمہید میں مذکور ہے	مضمون کی [illegible] شروع تو [illegible] اور عید میلاد النبی پر مفصل کلام	عموماً [illegible] عاملین اہل میلاد النبی کو	مولوی [illegible] گنگوہی	۱۵۰	اہل علم کا مجمع کم اور متوسطین وعوام کا زیادہ تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون ٭ قبل اسکے کہ اس آیت کے متعلق میں کچھ بیان کروں اول بطور تمہید یہ معلوم کرلینا ضروری ہے کہ چند سال سے میرا معمول ہے کہ ماہ ربیع الاول کے شروع میں ایک وعظ اس ماہ میں افراط وتفریط کرنیوالوں کی اصلاح کے

متعلق کہا کرتا ہوں اور ضمن تبعاً و استطراداً اور فوائد علمیہ و نکات حقائق کا بیان بھی آجاتا ہے
امسال بھی ایسا ہی خیال تھا کہ ابتداء ربیع الاول میں ایسا وعظ ہو جائے لیکن وجہ التوا یہ ہوئی کہ
ہمارے مدرسہ کے متعلق ایک مکان طلبہ کیلئے بنا ہے خیال یہ ہوا کہ اس مکان میں اُسکے افتتاح
کیساتھ یہ وعظ ہو تاکہ اس مکان میں برکت ہو لیکن اُسکے افتتاح میں بعض امور کا انتظار تھا اتفاق سے
وہ جملہ امور دوشنبہ کے روز ختم ہوئے چنانچہ اُسی روز ارادہ بیان کا ہوا لیکن بعض احباب کی رائے
ہوئی کہ جمعہ کے روز جامع مسجد میں یہ بیان ہو تاکہ اور لوگ بھی منتفع ہوں اس وجہ سے اس بیان
میں دیر ہوئی اور عجیب اتفاق ہے کہ آج ۱۲ ربیع الاول ہے اسی تاریخ میں لوگ افراط تفریط کرتے ہیں اس
تاریخ کا بالتخصیص ارادہ نہیں کیا گیا اور نہ نعوذ باللہ اس تاریخ سے ضد ہے بلکہ الحمد للہ ہم ہمیں برکت
کے قائل ہیں مگر یہ اتفاقی بات ہے کہ اس بیان کا اس تاریخ سے اقتران ہو گیا اور یہ حق تعالیٰ کا
فضل ہے کہ متبع سنت کو اللہ تعالیٰ بلا قصد وہ برکات عنایت فرما دیتے ہیں کہ جنکا متبع رسوم و بدعات ارتکاب
بدعات کیساتھ قصد کرتے ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جو شئے دائر بین السنۃ والبدعۃ ہو تو اُس
سنت کو ترک کر دینا چاہیے پس یہ تاریخ اگرچہ بابرکت ہے اور حضور صلعم کا ذکر شریف ہمیں باعث مزید
برکت کا ہی لیکن چونکہ تخصیص اسکی اور اُس میں اس ذکر کا التزام کرنا چونکہ بدعت ہے اسلیے اس تاریخ
کی تخصیص کو ترک کر دینگے ہم کو اللہ تعالیٰ نے اس تخصیص کے مفسدہ سے بھی محفوظ رکھا اور اس تاریخ
کی برکات سے بھی محروم نہیں رکھا اور عجیب بات ہے کہ اگر دوشنبہ کے روز بیان ہوتا تو ہمکو اُس دن
کی بھی برکت حاصل ہوتی اسلیے کہ حضور کی ولادت شریفہ اس یوم میں ہوئی ہے اور نیز بعض محققین
اس طرف گئے ہیں کہ ولادت شریفہ ۸ ربیع الاول کو ہوئی ہے اور دوشنبہ کو آٹھویں ہی تاریخ تھی
پس اس قول کے موافق ہمکو یوم البرکت اور تاریخ البرکت دونوں سے حصہ مل جاتا اور جمہور کے قول
کے موافق ۱۲ ربیع الاول تاریخ ولادت شریفہ ہے اسلیے اب بھی اس تاریخ کی برکت سے محرومی نہ ہی
بلکہ اب دو برکتیں حاصل ہو گئیں یوم کی بھی اور تاریخ کی بھی اسلیے کہ دوشنبہ کے روز نیت بیان کی تھی اور
مومن کی نیت پر بھی ثواب کا وعدہ ہے یوم کی برکت یوں حاصل ہو گئی اور آج ۱۲ تاریخ ہے اسکا وقوع
ہو گیا تاریخ کی برکت اس طرح حاصل ہو گئی یہ برکت ہے اتباع سنت کی اور ہر چند کہ اس یوم میں افراط
تفریط کے متعلق بیان کرنا زائد معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ جو افراط تفریط کرنا تھا آج اُن لوگوں نے

یعنی جو شئے دائر بین السنۃ والبدعۃ ہو جو ترک سنت واجب الترک ہے

کردیا ہوگا پس اب اس بیان سے کیا فائدہ مگر یہ ایام چونکہ پھر بھی انشاء اللہ تعالیٰ آنے والے ہین
اور نیز علاوہ ربیع الاول کے اور دنون مین بھی لوگ ایسی مجالس منعقد کرتے ہین اور اُس مین حدود
شرعیہ سے تجاوز ہوتے ہین اسلیے اسکے متعلق بیان کردینا خالی از نفع نہین یہ مضمون تو بطور تمہید کے تھا
اب آیت شریفہ کے متعلق عرض کرتا ہون جاننا چاہیے کہ اس مین کسی مسلمان کو شک و شبہ نہین ہو
کہ حق تعالیٰ کی ہر نعمت قابل شکر ہے خاصکر جو بڑی نعمت ہو پھر خصوص دینی نعمت اور دینی نعمتون مین
سے بھی خاصکر جو بڑی نعمت ہو پھر اُن مین بھی خصوص وہ نعمت جو اصل ہی تمام دینی و دنیوی نعمتون کی
اور وہ نعمت کیا ہی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کہ حضور سے دینی نعمتون کے
تو فیوض دنیا مین فائض ہوئے ہی ہیں دنیوی نعمتون کے سرچشمہ بھی آپ ہی ہین اور صرف مسلمانون ہی کے
لیے نہین بلکہ تمام عالم کیلیے چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ یعنی نہین بھیجا
ہمنے آپکو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر جہانون کی رحمت کیواسطے دیکھیے عالمین مین کوئی تخصیص انسان
یا غیر انسان یا مسلمان و غیر مسلمان کی نہین ہی پس معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باوجود
ہر شے کیلیے باعث رحمت ہے خواہ وہ جنس بشر سے ہو یا غیر جنس بشر سے اور خواہ حضور سے
زمانا متاخر ہو یا متقدم متاخرین کیلیے رحمت ہونا تو بعید نہین لیکن پہلون پر رحمت ہونے کیلیے بھی حضور کا
ایک وجود سب سے پہلے پیدا فرمایا اور وہ وجود نور کا ہے کہ حضور اپنے وجود نوری ہی سب سے پہلے مخلوق
ہوئے ہین اور عالم ارواح مین اُس نور کی تکمیل و تربیت ہوتی رہی آخر زمانہ مین اس اُمت کی خوش قسمتی
سے اُس نور نے جسد عنصری مین جلوہ گر و تابان ہوکر تمام عالم کو منور فرمایا پس حضور اولاً و آخراً تمام عالم کیلیے
باعث رحمت ہین پس جب حضور کا وجود تمام نعمتون کی اصل ہونا عقلاً و نقلاً ثابت ہوا تو ایسا کون مسلمان
ہوگا کہ جو حضور کے وجود باجود پر خوش نہو یا شکر نہ کرے پس ہم پر یہ خالص تہمت اور محض افترا اور نرا
بہتان ہے کہ توبہ توبہ نعوذ باللہ کہ ہملوگ حضور کے ذکر شریف یا اُس پر خوش ہونے سے روکتے ہین
حاشا و کلا حضور کا ذکر تو ہمارا جزو ایمان ہے ہان جو شے خلاف اُن قوانین کے ہوگی جنکی پابندی کا ہمکو
خود حضور نے حکم فرمایا ہے اس سے البتہ ہم روکینگے اگرچہ فی نفسہ وہ شے مستحسن ہو اور شریعت مین اُسکے
نظائر بکثرت موجود ہین دیکھو اس پر سب کا اتفاق ہے کہ عین دوپہر کے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے اور
اس پر بھی اجماع ہے کہ قبلہ سے مُنہ پھیر کر نماز پڑھنا ممنوع ہے اور یہ بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ

یوم النحر اور یوم الفطر مین روزہ رکھنا حرام ہے اور یہ بھی سب جانتے ہین کہ ایام تشریق مین افطار ضروری ہے اور یہ بھی تمام امت کا مسئلہ مسلمہ ہے کہ ماہ محرم مین حج نہین ہوسکتا اور بغیر محل حج مکہ ہی سے یعنی بجز حج ممکن نہین دیکھیے نماز روزہ حج فرض ہین لیکن خلاف قاعدہ و قانون شریعت چونکہ کیے گئے اس لیے وہ بھی منہی عنہا ہوگئے اور اُنکے ممنوع ہونیکو آپ بھی تسلیم کرتے ہین پس اگر کوئی ایسے نماز روزہ حج کو منع کرے تو اس کو کوئی عاقل یون نہ کہیگا اور یہ تہمت اُس پر نہ لگائیگا کہ یہ شخص نماز روزہ حج سے روکتا ہے اگر نماز روزہ سے روکتا تو خود ہی اُن پر کیون عامل ہوتا اسی طرح مسئلہ متنازعہ فیہا کے اندر سمجھو کہ ہمارے حضرات کی نسبت یہ کہنا کہ یہ لوگ حضور کی ولادت شریفہ کے ذکر یا اس پر خوش ہونے کو منع کرتے ہین بڑی تہمت اور افترا ہے۔ سبحانك هذا بهتان عظيم ۰ حاشا للہ ہم ہرگز منع نہین کرتے بلکہ یہ کہتے ہین کہ ہر شئے کا ایک طریق ہوتا ہے جب شئے اس طریق سے کیجاوے تو وہ پسندیدہ ہے ورنہ ناپسند اور قابل منع کرنیکے ہے دیکھیے تجارت ہے اُسکے لیے گورنمنٹ نے خاص خاص قوانین مقرر کر دیے ہین اگر کوئی شخص ان قوانین کے خلاف تجارت کریگا تو وہ ضرور قوانین کی خلاف ورزی مین ماخوذ ہوگا چھرہ بارود کی تجارت وہی کرسکتا ہے جسنے لیسنس حاصل کر لیا ہو اسی طرح شریعت مین بھی ہر شئے کا قاعدہ اور قانون ہے جب اُسکے خلاف کیا جاویگا تو وہ ناپسند اور منہی عنہ ہو جائیگی پس حضور کی ولادت باسعادت کا ذکر مبارک عبادت ہے لیکن دیکھنا چاہیے کہ قانون ان حضرات یعنی خود حضور اور صحابہ رضی اللہ عنہم جنکے اقتدا کا ہمکو حکم ہے اُنھون نے اس عبادت کو کس طرز اور کس طریق سے کیا ہے اگر آپ لوگ اُسی طریق سے کرین تو سبحان اللہ کون اُس سے روکتا ہے اور اگر اُس طریق سے نکیا جاوے تو بیشک شبہ قابل رد کئے جانے کے ہے۔ اب فرماتے ہے کہ کیا ہم لوگ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روکنے والے ہین اسکی تو ایسی مثال ہے جیسے کوئی چھرہ بارود کی تجارت کو لیسنس نہونیکی وجہ سے منع کرے اور اُس سے یہ کہا جاوے کہ یہ تو تجارت کو منع کرتے ہین پس نفس فرح و سرور علی ذکر الرسول کو کوئی منع نہین کرتا کہ وہ تو عبادت ہے ہان جب اُسکے ساتھ اقتران منہی عنہ کا ہوگا تو بیشک قابل ممانعت ہے۔ فرح اور سرور ہی کو دیکھ لیجیے کہ اُسکی نسبت قرآن مجید مین ایک مقام پر تو ہے لا تفرح اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے فليفرحوا جیسا اس آیت مین ہے معلوم ہوا کہ بعض فرح کے افراد مامور فیہ ہین اور

بعض منہی عنہا اور ظاہر ہے کہ اعمال اخرویہ مین ہمارے لئے معیار شریعت ہے پس شریعت کے قواعد سے جو
فرحت جائز ہو سکی تو اجازت ہی ہونا جائز ہے وہ ممنوع ہے چنانچہ جس جگہہ لا تفرح ہے وہان دنیوی فرحت مراد ہے
مگر وہی فرحت جو حدود سے متجاوز ہو ورنہ نفس فرح نعمت دنیویہ پر بھی لوازم شکر سے ہے اور جہان امر کا
صیغہ ہے وہان نعمت دینی پر فرحت مقصود ہے لیکن وہی فرح جس مین قواعد شریعت سے تجاوز نہو مثلاً
اگر کوئی نماز پر کہ وہ نعمت دینی ہے خوش ہو اور خوشی مین آکر یہ کرے کہ بجائے چار رکعت کے پانچ رکعت
پڑہنے لگے تو بجائے اس کے کہ ثواب ہو الٹا گناہ ہوگا اسلیئے کہ اُسنے شریعت کے قواعد سے تجاوز
کیا خود ذکر رسول کہ جس مین اختلاف ہے اُسی کو لیجیئے کہ مسئلہ متفق علیہا ہے کہ جو شخص چار رکعت والی نماز
مین قعدہ اولیٰ مین تشہد کے بعد اللھم صل علی محمد پڑھدے تو نماز ناقص ہوگی حتیٰ کہ سجدہ سہو سے
وہ نقصان منجبر ہوگا اگر سہواً ایسا کیا دیکھیئے درود شریف کہ جسکی نسبت ارشاد ہے من صلی علی مرۃ
صلی اللہ علیہ عشرا اوکما قال یعنی جو شخص درود بھیجے مجھ پر ایک مرتبہ اُس پر اللہ تعالیٰ دس مرتبہ
رحمت فرما دیتیگے اور بے موقع کونسا نماز لیکن حکم شرعی یہ کہ نماز مین نقصان آجائیگا تو اسکی آخر کیا وجہ
ہے سہ بزہد و ورع کوش و صدق و صفا ٭ ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ ٭ خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید ٭ میندار سعدی کہ راہ صفا ٭ توان رفت جز بر پئے مصطفیٰ ـ پس حنفیہ نے
جو موقع درود شریف کا نماز مین مقرر فرما دیا ہے چونکہ اُس سے تجاوز ہوا ہے اسلیئے نماز مین نقصان آیا
اگرچہ درود شریف فی نفسہ عبادت ہے اور یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اہل بدعات کا بھی اتفاق ہے
اسلیئے کہ وہ بھی حنفی ہین پس اُن کو چاہیئے کہ امام صاحب پر اعتراض کرین اور اُن پر بھی یہ تہمت
لگائین کہ وہ توبہ توبہ ذکر رسول سے منع کرتے ہین اور وہ بھی وہابی تھے پس اے حضرات خدا سے
ڈرئیے اور اس مادہ فاسدہ کو اپنے دماغ سے نکالیئے ورنہ اسکا اثر دور دور تک سرایت کریگا
اور احکام مین نظر انصاف اور حق طلبی سے غور فرمائیے پھر اگر شبہات رہین تو شائستگی اور تہذیب سے
اُن کو رفع فرمائیے اور خوب سمجھہ لینا چاہیئے کہ جب قرآن مجید مین خود حضور کے وجود باجود کی
نسبت (کما سیجیئ فی تفسیر الآیہ مفصلاً) صیغہ امر فلیفرحوا موجود ہے تو اس فرحت کو
کون منع کر سکتا ہے غرض حضور کی ولادت شریفہ پر فرحت اور سرور کو کوئی منع نہین کر سکتا
اور یہ امر بالکل ظاہر تھا لیکن مین نے اس مین اسلیئے تطویل کی کہ ہم پر یہ افترا ہے کہ یہ لوگ حضور کے

ذکر کو منع کرتے ہین صاحبو! حضور کا ذکر مبارک تو وہ شئے ہے کہ اگر اس پر اجر کا کچھ وعدہ نہوتا تو خود حضور کی محبت بمقتضائے من احب شیئاً اکثر ذکرہ ہمکو مقتضی ہے کہ آپکا ہر وقت ذکر کیا کرتے اور چونکہ حضور کا ذکر عین عبادت ہے اسی واسطے حق تعالیٰ نے خود بہت مواقع آپکے ذکر کے مقرر فرمائے ہین کہ مسلمانون کو لامحالہ ذکر ہو ہی جاوے دیکھئے نماز کے اندر ہر قعدہ مین السلام علیک ایھا النبی موجود ہے اور قعدے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا مین دو دو ہین اور فجر مین ایک تو کل نو قعدے ہوئے اور سنت موکدہ اور وتر مین لیجئے ظہر مین تین مغرب مین ایک عشا مین تین اور صبح مین ایک تو کل سترہ قعدے ہوئے پس یہ سترہ مرتبہ حضور کا ذکر ہوا پھر پانچون وقت فرائض اور سنن و وتر کے قعدے اخیرہ مین کل گیارہ مرتبہ درود شریف بھی پڑھا جاتا ہے پس سترہ اور گیارہ کل اٹھائیس بار تو لامحالہ ہر مسلمان کو آپکا ذکر مبارک کرنا روزانہ ایسا ضروری ہے کہ اس سے کسیطرح مفر ہی نہین پھر پانچون وقت اذان اور تکبیر ہوتی ہے جسمین اشہد ان محمد رسول اللہ موجود ہے جسکو موذن اور سننے والا دونون کہتے ہین پھر ہر نماز کے بعد دعا بھی مانگتے ہین اور دعا کے آداب مین یہی کر دیا گیا ہے کہ اسکے اول و آخر درود شریف ہو غرض اس حساب اٹھائیس سے بھی زیادہ تعداد حضور کے ذکر شریف کی ہوگی اور یہ تو وہ مواقع ہین کہ ان مین پڑھے بے پڑھے سب شامل ہین اور جو طالب علم حدیث شریف پڑھتے ہین وہ تو ہر وقت حضور ہی کے ذکر مین رہتے ہین اسلئے کہ ہر حدیث کے شروع مین آپکے نام مبارک کیساتھ درود شریف موجود ہے چنانچہ احادیث کی کتابین اٹھا کر دیکھئے ان مین جابجا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم واقع ہے اور درمیان مین بھی جہان کہین حضور کا اسم مبارک آیا ہے وہان بھی درود شریف موجود ہے گویا حضور کے ذکر کو ایسا گوندہ دیا ہے کہ بغیر ذکر کے مسلمان کو چارہ نہین مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے کسینے پوچھا تھا کہ ذکر ولادت آپکے نزدیک جائز ہے یا ناجائز انھون نے فرمایا کہ ہم تو ہر وقت ذکر ولادت کرتے ہین اسلئے کہ ہر وقت کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہین اگر آپ پیدا نہوتے تو ہم یہ کلمہ کہان پڑھتے پس محبت کا مقتضی تو یہ ہے کہ آپکا ہر وقت ذکر ہو اور اسکے لئے اسکی ضرورت نہین کہ اسکے لئے مجالس منعقد کی جاوین اور مٹھائی منگائی جاوے تب ذکر ہو عاشق اور

حضور کے ذکر شریف سے کسی مسلمان کو مفر نہیں ہے۔

محبت کا مقتضا یہ ہے کہ حضور کا ذکر ہر وقت ہو اسکے لئے مجالس کے منعقد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

محب کو اتنی دیر کیسے صبر آسکتا ہے دیکھو کسی کو اگر محبت ہوجاتی ہے تو محب کی کیا حالت ہوتی ہے
کہ ہر وقت اُسکی یاد میں بیقرار رہتا ہے اگر اُس سے کوئی کہے کہ میاں ذرا ٹھہر جاؤ ہم مجلس آرائی
کرلیں اور مٹھائی منگالیں اُس وقت ذکر کیجو دیکھیگا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری محبت کا ذبہ ہے
کہ جو اتنی دیر تک تم ذکر محبوب سے صبر کرتے ہو محبت تو وہ شے ہے جیسے مجنون کی حالت تھی ؎

دید مجنون را یکے صحرا نورد	در بیابان غمش بنشستہ فرد
ریگ کاغذ بود و انگشتان قلم	می نمودے بہر کس نامہ رقم
گفت اے مجنون شیدا چیست این	می نویسی نامہ بہر کیست این
گفت مشق نام لیلےٰ میکنم	خاطر خود را تسلی میکنم

تبلاتے اگر مجنون کو اس حالت میں کوئی یہ کہتا کہ ذرا ٹھہر جاؤ ہم مجلس بنالیں اور مٹھائی منگالیں
اُس وقت لیلی کا ذکر کرنا تو وہ یہ جواب دیگا کہ سلام ہے ایسی مجلس کو اور ایسی مٹھائی کو جو میرے
اور میرے محبوب کے درمیان میں حجاب ہو اور ہمنے تو اکثر مجالس میلاد والون کو یہی دیکھا ہے کہ یہ
محبت سے بالکل خالی ہوتے ہیں اسلیے کہ بڑا معیار محبت کا محبوب کی اطاعت ہے کسی نے خوب کہا ہے ؎

تعصی الرسول وانت تظہر حبہ	ھذا العمری فی الفعال بدیع
لوکان حبک صادقا لاطعتہ	ان المحب لمن یحب مطیع

یعنی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے اور اُنکی محبت کو ظاہر کرتا ہے اپنی جان
کی قسم یہ امر افعال عجیبہ میں سے ہے اگر تیری محبت صادق ہوتی تو ضرور تو حضور کی اطاعت
کرتا اسلیے کہ محب محبوب کا مطیع ہوتا ہے اور ان مولد پرستون کو دیکھا ہے کہ مجلس میلاد کا اہتمام
کرتے ہیں بانس کھڑے کرتے ہیں اُن پر کپڑے منڈھ رہے ہیں اور سامان روشنی کا فراہم
کررہے ہیں اور اس درمیان میں جو نماز دن کے وقت آتے ہیں تو نماز نہیں پڑھتے اور ڈاڑھی کا صفایا
کرتے ہیں کیون صاحبو کیا محبین رسول کی ایسی ہی صورتیں اور یہی آنکی حالت ہوتی ہے کیا بس حضور کا
اتنا ہی حق ہے کہ پانچ روپیہ کی مٹھائی منگاکر تقسیم کردی اور سمجھ لیا کہ ہمنے رسول کا حق ادا کردیا کیا آپ
لوگون نے حضور کو نعوذ باللہ کوئی پیشہ ور پیرزادہ سمجھا ہے کہ تھوڑی سی مٹھائی پر خوش ہوجاوین تھوڑے
سے نذرانہ پر راضی ہوجاوین توبہ توبہ نعوذ باللہ یاد رکھو حضور ایسے محبین سے خوش نہیں ہیں سچے محب

[illegible]

وہ ہین جو اقوال و افعال وضع انداز ہر شئے مین حضور کا اتباع اور اطاعت کرتے ہین میرے ایک دوست حافظ اشفاق رسول نامی ہین وہ ذکر رسول کے فریفتہ ہین وہ کبھی کبھی محبت کیوجہ سے ذکر ولادت مروج طریق سے کیا کرتے تھے اُنھون نے خواب مین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہین کہ ہم اُسکی شفاعت نکرینگے جو ہماری بہت تعریف کرے ہم اُسکی شفاعت کرینگے جو ہماری اطاعت کرے مطلب اسکا یہی ہی کہ جو شخص نرا دعویٰ کرتا ہو اور نعتیہ اشعار بہت پڑھتا ہو لیکن اطاعت کرتا نہو تو اُسکی شفاعت نہ کرینگے مینے جو اصلاح الرسوم کتاب لکھی ہو اُس مین ایک فصل ذکر میلاد کے متعلق بھی ہے چنانچہ وہ فصل طریقہ مولد کے نام سے علیحدہ بھی طبع ہو گئی ہے تو جب یہ کتاب لکھی گئی تو مجلس میلاد کے متعلق کانپور مین لوگون نے بہت شور کیا اسی اثنا مین ایک شخص صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور اس اختلاف کے متعلق حضور سے دریافت کیا کہ اس مین صحیح کیا ہے تو حضور نے فرمایا کہ اشرف علی نے جو لکھا ہے وہ سب صحیح ہے مین نے حضور کے حالات مین جو کتاب نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب لکھی ہو اُسکے آخر مین ان دونون خوابون کو مفصلاً درج کر دیا ہے لیکن میری غرض ان خوابون کے ذکر کرنے سے مدعا کا اثبات نہین ہو اثبات مدعا کیلئے تو مستقل دلائل ہین یہ تو محض تائید اور مزید اطمینان کیلئے لکھدیا ہے۔

اسی طرح حضور کا وجود باجود اصل ہے تمام نعمتون کی اور اُس پر شکر اور فرحت مامور بہ ہے چنانچہ جو آیت مین نے تلاوت کی ہو اُس مین اسی نعمت کا ذکر اور اُس پر فرح کا امر ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اس آیت کریمہ سے پہلے قرآن مجید کی شان حق تعالیٰ نے ارشاد فرمائی ہو چنانچہ ارشاد ہے یا ایھا الناس قد جاءتکم من ربکم موعظۃ وشفاء لما فی الصدور وھدی ورحمۃ للمومنین یعنی اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت اور دلکے امراض کے لئے شفا اور مومنین کیلئے ہدایت و رحمت آئی ہے اس مین حق تعالیٰ نے قرآن مجید کی چار صفتین بیان فرمائی ہین موعظۃ۔ شفا۔ ہدی۔ رحمۃ۔ موعظہ کہتے ہین وہ کلام جو بری باتون سے روکنے والا ہے اور شفا اُسکی صفت بطور ثمرہ کے فرمائی ہے یعنی نتیجہ اور ثمرہ اس موعظت پر عمل کرنیکا یہ ہے کہ دلون کے اندر جو روگ ہین اُن سے شفا حاصل ہوگی یہان کر ایک تصوف کا مسئلہ مستنبط ہوتا ہے وہ یہ ہے یہ تو ظاہر ہے کہ ہم لوگ گناہ مین مبتلا

تفسیر آیت کریمہ مذکورہ صدر وعظ

بعض سالکین کا غلبہ عمل عن مطالعہ ...

ہین اور شب و روز ہمسے لغزشین ہوتی ہین لیکن اس ابتلا کیساتھ دو قسم کے لوگ ہین ایک تو وہ ہین کہ گناہ کرتے ہین اور انکو اسکا کچھہ احساس نہین ہوتا اور ایک وہ جنکو احساس ہوتا ہی سو الحمد للہ کہ ہم گو پھسلتے ہین اور گناہ ہم سے صادر ہوتے ہین لیکن اندھے نہین ہین کہ اس کی خبر ہی نہو کہ راستہ کدھر ہے الحمد للہ اللہ تعالےٰ نے آنکھین عطا فرمائی ہین گو بعض وقت نفس کے غلبہ و شرارت سے اُنسے کام نلین پس اُن آنکھونسی ہمکو صاف نظر آتا ہے کہ جب کوئی کبھی گناہ ہوا ہے اُس سے قلب مین ایک روگ پیدا ہو گیا اسی روگ کی نسبت حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہین بل ران علی قلوبهم ما کانوا یکسبون یعنی بلکہ اُنکے دلون پر اُنکے اعمال کے زنگ کا غلبہ ہو گیا ہے اور اسی کی نسبت حدیث شریف مین آیا ہے کہ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو قلب پر ایک داغ لگ جاتا ہے اگر توبہ کرے تو وہ مٹ جاتا ہے ورنہ بڑھتا ہی مولانا اُسی کو فرماتے ہین ؎

	ہر گناہ زنگے است بر مرآۃ دل چون زیادت گشت دل را تیرگی		دل شود زین زنگہا خوار و خجل نفس دون را بیش گردد خیرگی

غرض گناہ کے اندر خاصہ ہے کہ قلب مین اُس سے ایک روگ پیدا ہو جاتا ہے پھر اگر اُسکا تدارک نکیا تو وہ روگ اور بڑھ جاتا ہے یہان پر بعض اہل سلوک کو ایک عجیب دھوکا ہوا ہے اور ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ شیطان انکو گناہ کی رغبت دیتا ہے اور ساتھ ہی اُسکے قوت نور ایمان گناہ سے روکتی ہی جس سے وہ رک جاتا ہی لیکن شیطان تو اس سے بہت زیادہ پڑھا ہوا ہے وہ جب دیکھتا ہے کہ اس طور سے میرا قابو نہین چلتا تو وہ گناہ کی اندر ایک دینی مصلحت بتاتا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ اگر تمنے یہ گناہ نکیا تو ہمیشہ تمہارے دلمین یہ کانٹا سا کھٹکتا رہیگا اور اگر ایکدفعہ دل بھر کر کر لوگے تو دل مین سے اس کا وسوسہ جاتا رہیگا بس اس سے فراغت ہو جائیگی اسمین بڑے بڑے سمجھدار لوگ مبتلا ہو جاتے ہین لیکن مومن کامل کو اللہ تعالیٰ نے ایک نور عطا فرمایا ہے کہ وہ اُسکے لاکھون تار و پود کو اُس نور کے ذریعہ سے توڑ پھوڑ دیتا ہے (چنانچہ عنقریب اس مغالطہ کا حل آتا ہے) اسیواسطے تو حدیث شریف مین آیا ہے فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد یعنی ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ گران ہی کسی نے اس مضمون کو نظم بھی کر دیا ہے ؎ فان فقیها واحدا متورعا ٭ اشد علی الشیطان من الف عابد - یہ غلطی ہے جو اہل سلوک کو ہوتی ہے اور اہل سلوک کو جو غلطی ہوتی ہی در اصل غلطی ہی ہی اور نہ بہت

سخت ہوتی ہے اسی واسطے ایک بزرگ فرماتے ہین کہ ہمکو تو گناہ سے اندیشہ ہے اور ہمکو کفر سے اندیشہ ہے بڑا خطرناک راستہ ہے بس عافیت اسمین ہوگی کہ اسمین اپنی رائے کو دخل نہ دے اور کالمیت بید الغسال بدست محقق ہوکر رہے شیخ شیرازی اسی مضمون کو فرماتے ہین ؎ اگر مرد عشقی گم خویش گیر ٭ وگرنہ رہ عافیت پیش گیر۔ یعنی اگر مرد عشق ہو تو اپنے کو گم کر دو یعنی اپنی رائے کو دخل نہ دو بلکہ پیشتر اختیار کرو

فکر خود و رائے خود در عالم رندی نیست	کفر ست درین مذہب خود بینی و خود رائی

جیسے اس شخص نے خود رائی کی کہ شریعت تو حکم کر رہی ہے لا تقربوا الزنا یہ اپنی رائے سے کہتا ہے کہ مین زنا سے جب بچ سکونگا جب جی کھول کر پانچ چھ مرتبہ زنا کر لونگا اور اس احمق کو اتنی خبر نہین کہ مرض کو اس سے اور زیادہ قوت ہوگی جیسے کسی شاعر کا شعر ہے ؎ کنار و بوس سے دونا ہوا عشق ٭ مرض بڑھتا رہا جون جون دوا کی۔ یہ بیوقوف تو سمجھتا ہے کہ درخت مین پانی دینے سے اسکی جڑ نرم اور کمزور ہوجائیگی پھر اسکو سہولت سے باہر نکال لونگا مگر وہ پانی دینے سے اور زیادہ نیچے کو دھستی اور زور پکڑتی جاتی ہے گناہ کرنیکے بعد اسکو قلب خالی معلوم ہوتا ہے اور خبر نہین کہ وہ گناہ پہلے حوالی قلب مین تھا اسلئے اسکو محسوس ہوتا تھا اور اب عروق کے اندر سرایت ہوگیا اس وجہ سے اسکو محسوس نہین ہوتا اور وقت پر بہ نسبت سابق کے بہت زور کے ساتھ برآمد ہوگا اور یہ نہین سمجھتا کہ اب تو اسکا استیصال سہل ہے اور پھر مشکل ہوگا بقول شیخ شیرازی ؎

سر چشمہ شاید گرفتن بمیل	چو پر شد نشاید گذشتن بہ پیل
درختے کہ اکنون گرفتست پائے	بہ نیروئے شخصے برآید ز جائے
وگر ہمچنان روزگارے ہلی	بگردونش از بیخ بر نگسلی

الحاصل گناہ ایسی شئے ہے خواہ بڑا ہو یا چھوٹا اس سے قلب مین ایک رنگ پیدا ہوجاتا ہے پس ارشاد ہے کہ قرآن مجید ایسی موعظت ہے کہ اگر اس پر عمل کروگے تو وہ دلون کے روگ کے لئے باعث شفا ہوجاتا اور تیسری صفت قرآن مجید کی ھدی ارشاد فرمائی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ نیک راہ کا بتلانے والا ہے اور چوتھی صفت رحمت بطور ثمرہ ہدی کے فرمائی ہے یعنی نتیجہ اور ثمرہ اس پر عمل کرنیکا یہ ہے کہ حق تعالی کی رحمت متوجہ ہوگی پس قرآن مین مذکورہ بالا صفات کو جمع کردیا ہے اور للمومنین کی قید اسلئے لگائی کہ گو مخاطب تو اسکے سب ہین لیکن منتفع اس سے مومنین ہی ہوتے ہین

اب اس آیت کے بعد بطور تفریع ارشاد ہے قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے فضل اور رحمت ہی کیساتھ بس صرف چاہیئے کہ خوش ہوں (اسلئے کہ) وہ بہتر ہے اس شے سے کہ جس کو یہ لوگ جمع کرتے ہیں یعنی متاع دنیا سے بہتر ہے اور عجیب بلاغت ہے کہ پہلے مضمون کا تو حق تعالیٰ نے خود اپنی طرف سے خطاب فرمایا چنانچہ ارشاد ہے یا ایہا الناس الخ اور اس دوسرے مضمون کی نسبت حضور کو حکم دیا کہ آپ کہئے ہمیں ایک عجیب نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ یہ طبعی بات ہے کہ احکام یعنی امر و نہی انسان کو ناگوار اور گران ہوتے ہیں اسلئے احکام تو خود ارشاد فرماتے تاکہ حضور کی محبوبیت محفوظ رہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کیساتھ فرحت کے امر کو حضور کے سپرد فرمایا کہ اس سے حضور کے ساتھ اور زیادہ محبت مخلوق کو بڑھے باقی اس سے کوئی یہ شبہ نکرے کہ بہت جگہ حضور کو بھی احکام پہونچانیکا حکم ہے اسلئے کہ یہ نکتہ اس مقام کے متعلق ہے اور دوسری جگہہ دوسرا نکتہ اور حکمت ہوسکتی ہے بہر حال دو چیز پر خوش ہونیکا حکم ہے فضل اور رحمت اور یہ فضل بھی رحمت ہی کے افراد میں سے ہے صرف فرق اس قدر ہے کہ فضل کے اندر معنی زیادتی کے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ رحمت یعنی مہربانی کے دو مرتبہ ہیں ایک نفس مہربانی اور ایک زائد یا یوں کہو کہ ایک وہ مرتبہ جسکا بندہ بحیثیت جزا کے اپنے کو مستحق سمجھتا ہے اور ایک زائد اگرچہ پہلے مرتبہ رحمۃ کا اپنے کو مستحق سمجھنا بندہ کی جہالت ہے اور وجہ اس زعم استحقاق کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ پر ہر شخص کو ایک ناز ہوتا ہے بلکہ اگر غور کیا جائے تو ہم لوگوں میں ناز ہی کی شان رہ گئی ہے نیاز بالکل نہیں رہا اسلئے کہ اگر نیاز ہوتا تو ہم سے نافرمانی نہ ہوتی دیکھ لیجئے کہ حکام دنیا کیسا نیاز ہے اسلئے انکی نافرمانی نہیں کرتے نہ ان پر نخرے کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کیساتھ معاملہ بالعکس ہے جسکا زیادہ سبب یہ ہے کہ رحمت ہی بے انتہا ہے حتیٰ کہ فوری سزا نہیں دیجاتی سو جسقدر رحمت بڑھتی جاتی ہے اس رحمت و عنایت کو معلوم کر کے اسی قدر اعراض ان حضرت کا زیادہ ہوتا جاتا ہے اسکی ایسی مثال ہے جیسے ایک گدھا ہمیشہ کسی کے کھیت میں گھس جایا کرتا تھا ایک روز کھیت والے نے اسکے کان میں کہدیا کہ مجکو تجھسے محبت ہے اس روز سے اسنے وہاں آنا چھوڑ دیا پس اسی طرح حق تعالیٰ کی اس قدر عطایا اور بے انتہا رحمتیں ہیں کہ ہم لوگوں کو ناز ہو گیا اور اپنی جہالت سے

یہ سمجھ گئے کہ ہم بھی محبوب ہین بس لگے نخرے بگھارنے مگر چونکہ ناز کی لیاقت نہین ایسے ناز کا انجام بجز ہلاکت کے کیا ہوگا جیسے کسی بیوقوف نے ایک سپاہی کو دیکھا کہ وہ اپنے گھوڑے کو دانہ کھلا رہا ہے اور وہ گھوڑا کبھی ادہر منہ کر لیتا ہے کبھی اُدہر منہ پھیرتا ہے اور یہ شخص جس طرف وہ منہ کرتا ہے اُسی طرف دانہ لیجاتا ہے اور کبھی اُسکی پیٹھ سہلاتا ہے اور کبھی منہ پر ہاتھ پھیرتا ہے اور کہتا جاتا ہے کہ بیٹا کھاؤ اس بیوقوف نے جب یہ دیکھا تو اپنے دلمین کہا کہ مجھسے تو یہ گھوڑا ہی بہتر ہے میری بیوی تو مجکو بڑی ذلت سے روٹی دیتی ہے آج سے گھوڑا بنا چاہئے یہ سوچکر گھر پہونچے اور بیوی کو کہا کہ آج تو ہم گھوڑے بنینگے وہ بھی بڑی شوخ تھی اُسنے کہا کہ میری بلا سے آپ گھوڑے بنین یا گدہے اُس شخص نے کہا کہ مین گھوڑا بنتا ہون تم میری پیٹھ سہلانا اور دانہ میرے سامنے لانا اور یہ کہنا کہ بیٹا کھاؤ مین اِدہر اُدہر منہ پھیرونگا غرض یہ اُلّو کی دُم گھوڑے کیطرح کھڑا ہوا بیوی صاحبہ بھی عقلمند تھین ایک چادر جھول کی بجائے اُس پر ڈالی اور انگاڑی پچھاڑی اسکی باندہ دی اور دم کی جگہ جھاڑو لگا دی اور دانہ سامنے لائی اور کہا بیٹا کھاؤ رات کا وقت تھا اور اتفاق سے چراغ پیچھے رکھا تھا جب اُس نے اِدہر اُدہر منہ پھیرا اور دولتیان چلائین چراغ کی لو جھاڑو مین لگ گئی اور آگ بھڑک اُٹھی بدحواسی مین یہ تو خیال نہ رہا کہ رسیان کھول دے شور مچا دیا کہ لوگو دوڑو میرا گھوڑا جلگیا محلہ والون نے جانا کہ یہ پاگل یا مسخرہ ہے اسکے یہان گھوڑا کہان یہ یون ہی بیہودہ بکتی ہی غرض وہ گھوڑے صاحب وہان ہی جل بھنکر خاک سیاہ ہوگئے یہ انجام ہوتا ہے ایسے نخرے اور ناز کا صاحبو! ناز کے لئے صورت بھی تو ہوا لوجب ناز زیبا ہوگا مولانا فرماتے ہین ؎

ناز را روئے بباید ہمچو وَرد زشت باشد روئے نازیبا و ناز		چون نداری گرد بدخوئی مگرد عیب باشد چشم نابینا و ناز	

ہمارا کیا ناز ہمکو تو نیاز چاہئے لیکن حق تعالیٰ کے کرم اور رحمت بے انتہا سے ہم لوگون کی عادتین بگڑ گئی ہین چاہئے تو یہ تھا کہ جس قدر رحمت ہوتی شرماتے اور تضرع و نیاز زیادہ ہوتی مگر یہان بالعکس ہی اسلئے ایک بزرگ فرماتے ہین کہ اگر مجکو یہ کہا جاوے مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ یعنی کس شئے نے دہوکہ مین ڈالا تجکو اپنے رب کریم کیساتھ تو مین جواب دونگا قَدْ غَرَّنِي كَرَمُكَ یعنی آپکے کرم نے مغرور کر دیا یعنی مین خلاف مقتضائے کرم اُس کرم پر مغرور ہوگیا مقصود یہ ہے اور اس کو عذر گردانا

انجام ناز بیجا کی ایک حکایت مختصر

حق تعالیٰ کی عطایا زائد ہیں اور مواخذات

مقصود نہین پس یہ سارا ناز اس وجہ سے ہے کہ حق تعالیٰ کی عطایا زائد ہین اور مواخذات کم ہین اور اگر یہ ہوتا کہ جب گناہ کرتے تو غیب سے ایک چپت ؎ لگتا تو تمام ناز ایکطرف رکھا رہ جاتا اور کبھی گناہ نہوتا چنانچہ بعض بزرگون کیساتھ ایسا معاملہ ہوا بھی ہے ایک بزرگ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے اور نہایت خوف زدہ تھے اور یہ کہتے جاتے تھے اللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ کسی نے اُنسے پوچھا کہ آپکی کیا حالت ہے اُنھون نے فرمایا کہ طواف کرتے ہوئے مینے ایک لڑکے کو نظر بد سے دیکھ لیا تھا غیب سے میری آنکھ پر ایک ایسا زور سے چپت لگا کہ میری آنکھ پھوٹ گئی اور یہ ارشاد ہوا اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا یعنی اگر تم پھر کروگے تو ہم پھر بھی سزا دینگے بغرض حق تعالیٰ پر ایسا ناز ہے کہ اُسکی وجہ سے ہر شخص اپنے کو کسی نہ کسی رحمت کے حصہ کا مستحق سمجھتا ہے۔ چنانچہ اتنا تو ضروری جانتا ہے کہ مجکو کھانے پہننے کو ملے اور اگر اسمین کچھ کمی ہوتی ہے تو شکایت کرتا ہے اگر یہ شخص اپنے کو مستحق نہ جانتا تو شکایت نکرتا اسلیے کہ شکایت اُسی کی کیا کرتے ہین جس پر حق سمجھتے ہین ایک گنوار کا بیٹا مر گیا تھا تو آپ کہتے ہین کہ میرے بیٹے کو تو مار دیا اور عیسیٰ (علیہ السلام) جو ذرا نام لگ گیا تھا اُسکو گود مین اُٹھا لیا گمر اللہ اکبر کیا رحمت ہے سب کچھ سنتے ہین اور کچھ سزا نہین دیتے اور دوسری مثال لیجیے دیکھیے اگر کسی کو دس روپیہ ماہوار ملتے ہین تو اُن پر تو شکر نہین کرتا اور اگر کہین سے زائد مل جاوے تو اُسکو رحمت حق تعالیٰ کی جانتا ہے اس پر شکر کرتا ہے یہ صاف دلیل ہے اسکی کہ اُن دس روپیہ کا اپنے کو مستحق جانتا ہے ایک جاہل اکھڑ کے سامنے کسی نے دال روٹی کھائی اور کھا کر کہا کہ الحمد للہ اے اللہ تیرا شکر ہے تو بیوقوف کہتا ہے کہ توبہ توبہ ایسے ہی لوگون نے اللہ میان کی عادت بگاڑ دی کہ دال روٹی کھا کر شکر کرتے ہین بس وہ اُنکو دال روٹی ہی دیدیتے ہین ہمتو مدون بکرے کے کبھی شکر نہین کرتے پس ہمکو وہ بکرے دیتے ہین نعوذ باللہ بہر حال ہر شخص اپنے کو کسی نہ کسی حصہ رحمت کا مستحق سمجھتا ہے حالانکہ یہ غلطی ہے اگر کوئی شخص ایسا جانتا ہو جیسا کہ طرز

؎ مطلب یہ ہے کہ سزا کا ہمکو صاف علم ہوتا کہ یہ گناہ کی سزا ہے اور اسباب ظاہرہ کے ساتھ اُس کا تعلق نہ جانتے ورنہ گناہون پر تو مصائب و حوادث آفاقی و انفسی سے نہایت لطیف انداز سے سزا ہوتی ہے اور بہت اور بہت سے معاف بھی ہو جاتے ہین لیکن ہمکو اپنی جہالت اور اسباب پرستی کی وجہ سے اسکا احساس نہین ہی اور اگر تھوڑے غور و فکر سے کام لین تو اُسکا ادراک کالشمس فی النہار ہونے لگے اور یہ سزا ہونا بھی عین رحمت ہو۔ ۱۲ جامع عفی عنہ

معتزلہ کی غلطی اس مسئلہ میں کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اپنا حق سمجھتے ہیں مع جواب

معاملہ سے معلوم ہوتا ہے تو اسکو اس غلطی کی اصلاح کرلینا چاہئیے اسلئیے کہ اس کا تعلق عقیدہ سے ہے
معتزلہ کو بھی اس مسئلہ مین غلطی ہوئی ہے وہ کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہمارا حق ہے اور انکو یہ
دہوکہ ہوا ہے قرآن شریف کی بعض آیتون کے نہ سمجھنے سے چنانچہ ارشاد ہے وکان حقا علینا
نصر المومنین یعنی مومنین کی نصرت ہمپر حق ہے اس آیت اور اسکے ہم معنی اور آیات سے معتزلہ
نے یہ سمجھا کہ حق تعالیٰ کے ذمہ بندون کا حق ہے لیکن اہل سنت سمجھ گئے کہ یہ دہوکہ ہے
اسلئے کہ حق تعالیٰ غنی بالذات اور لایسئل عما یفعل انکی صفت ہے ان پر کسی کا حق نہین
ہوسکتا جسکے ساتھ جو معاملہ چاہین کرین وہ سب مستحسن ہے اور معنی ان آیات کے یہ ہین کہ اس صیغہ سے ہمکو
نصرت وغیرہا کا یقین دلایا گیا ہے اسکو وعدہ تفضل کہتے ہین جیسے کوئی حاکم کسی امیدوار سے
کہے کہ اب تم یقین رکھو اب ہمنے تمہارا یہ کام ضروری سمجھ لیا ہے تو وہ امیدوار وسائل جانتا ہے

اس آیت مین رحمت اور فضل سے قرآن مجید مراد ہے

کہ یہ حاکم کی مہربانی ہے ورنہ کرنا نہ کرنا دونون قانوناً انکے اختیار مین ہے انکے ذمہ لازم نہین خلاصہ
یہ ہے کہ رحمت کے دو درجہ ہین ایک کا تعلق تو اسکی ضروریات سے ہے جسکا اپنے کو مستحق سمجھتا ہے
اس درجہ کو تو رحمۃ فرمایا اور دوسرا زائد اسکو فضل سے تعبیر فرمایا اور آیت کے الفاظ مین غور کرنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ یہان مراد رحمت وفضل سے قرآن مجید ہے اور اسمین بھی یہی دو درجہ ہین
ایک وہ درجہ جو مدار ہماری نجات کا ہے وہ تو ضرورت کا مرتبہ ہے اور ایک وہ جو اس سے زائد ہے
بہرحال دونون سے مراد قرآن مجید ہے اور اس پر خوش ہونیکا امر ہے یہ تفسیر اور گفتگو تو الفاظ

دوسری آیات مین لفظ رحمت اور فضل سے کیا مراد ہے

آیت کے خصوصیت مین نظر کرنیکے اعتبار سے تھی اب قرآن مجید مین دوسرے مقامات پر
دیکھنا چاہئے کہ ان دونون لفظون سے کیا مراد ہے تو جاننا چاہئے کہ قرآن مجید مین یہ دونون
لفظ بکثرت آئے ہین کہین دونون سے ایک ہی معنی مراد ہین کہین جدا جدا چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہے
ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لکنتم من الخسرین یہان اکثر مفسرین کے نزدیک فضل اور رحمت سے
حضور کا وجود باجود مراد ہے اور دوسری جگہ ارشاد ہے ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم
الشیطان الا قلیلا یہان بھی بقول اکثر مفسرین حضور ہی مراد ہین ایک مقام پر ارشاد ہے ولولا
فضل اللہ علیک ورحمتہ لھمت طائفۃ منھم ان یضلوک. یہان مراد فضل اور رحمت سے
قرآن مجید ہے اور بعض آیات مین فضل سے مراد رحمت دنیوی اور رحمت سے رحمت دینی مراد ہے

چنانچہ فضل بمعنی رزق و نفع دنیوی قرآن مجید میں آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم یہاں فضل سے مراد تجارت ہی ہے اسلئے کہ یہ آیت حج کے موقع کی ہے بعض لوگ مال تجارت حج کے سفر میں ساتھ لیجانیکو مکروہ جانتے تھے انکو ارشاد ہے کہ اسمین کچھ گناہ نہیں کہ تم (حج میں) اپنے رب کا فضل طلب کرو۔ حدیث شریف میں بھی رحمۃ سے رحمت دینی اور فضل سے رحمت دنیوی یعنی رزق یا اسباب رزق مراد ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو تو یہ کہو اللھم افتح لنا ابواب رحمتك یہاں رحمت سے رحمت دینی مراد ہے اسلئے کہ مسجد میں وہی مطلوب ہے اور جب مسجد سے نکلو تو یہ کہو اللھم افتح لنا ابواب فضلك اسلئے کہ مسجد سے باہر جاکر تحصیل معاش میں مشغول ہو جاتے ہیں تو وہاں اسکی طلب ہے اور لیجئے سورۂ جمعہ میں ارشاد ہے فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ۔ یہاں فضل سے مراد رزق ہے پس مجموعہ تمام تفاسیر کا دنیوی رحمتیں اور دینی رحمتیں ہوا اس مقام پر ہرچند کہ آیت کے سباق پر نظر کرنیکے اعتبار سے قرآن مجید مراد ہے لیکن اگر ایسے معنی عام مراد لئے جاویں کہ قرآن مجید بھی اسکا ایک فرد ہے تو یہ زیادہ بہتر ہے وہ یہ کہ فضل اور رحمت سے مراد حضور کا قدوم مبارک لیا جاوے اس تفسیر کے موافق جتنی نعمتیں اور رحمتیں ہیں خواہ وہ دنیوی ہیں یا دینی اور اس میں قرآن بھی ہے سب اسمیں داخل ہو جاوینگی اسلئے کہ حضور کا وجود باجود اصل ہے تمام نعمتوں کی اور مادہ ہے تمام رحمتوں اور فضل کا پس یہ تفسیر اجمع التفاسیر ہو جاویگی پس اس تفسیر کی بنا پر حاصل آیت کا یہ ہوگا کہ ہمکو حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور کے وجود باجود پر خواہ وجود نوری ہو یا ولادت ظاہری اس پر خوش ہونا چاہئے اسلئے کہ حضور ہمارے لئے تمام نعمتوں کے واسطہ ہیں حتی کہ ہمکو جو روٹیاں دو وقتہ مل رہی ہیں اور عافیت اور تندرستی اور ہمارے علوم یہ سب حضور ہی کی بدولت ہیں اور یہ نعمتیں تو وہ ہیں جو عام ہیں اور سب سے بڑی دولت ایمان ہے جس کا حضور سے ہمکو پہونچنا بالکل ظاہر ہے غرض اصل الاصول تمام مواد فضل و رحمت کی حضور کی ذات بابرکات ہوئی پس ایسی ذات بابرکات کے وجود پر جس قدر بھی خوشی اور فرح ہو کم ہے۔ بہرحال اس آیت سے عموماً یا خصوصاً یہ ثابت ہوا کہ اس نعمت عظیمہ پر خوش ہونا چاہئے اور ثابت بھی ہوا نہایت ابلغ طرز سے اسلئے کہ اول تو جار و مجرور بفضل اللہ کو مقدم لائے کہ جو مفید حصر کو ہے

اُسکے بعد رحمت پر پھر جار کا اعادہ فرمایا کہ جس سے اُنمین استقلال کا حکم پیدا ہوگیا پھر اسی پر اکتفا نہین فرمایا بلکہ اُسکو مزید تاکید کیلئے فبذٰلک سے مکرر ذکر فرمایا اور ذٰلک پر جار اور فاء عاطفہ کو لائے تاکہ اُسمین اور زیادہ اہتمام ہوجاتے پھر نہایت اہتمام در اہتمام کی غرض سے فلیفرحوا پر فاء لائے کہ جو مشیر ہے ایک شرط مقدر کیطرف اور وہ ان فرحوا بشیء ہے حاصل یہ ہوا کہ اگر کسی شئے کیساتھ خوش ہون تو اللہ ہی کے فضل اور رحمت کیساتھ پھر اسی کیساتھ خوش ہون یعنی اگر دنیا مین کوئی شئے خوشی کی ہے تو یہی نعمت ہی اور اسکے سوا کوئی شئے قابل خوشی کے نہین ہی اور اس سے بدلالۃ النص یہ بھی ثابت ہوگیا کہ یہ نعمت تمام نعمتون سے بہتر ہے لیکن چونکہ ہم لوگون کی نظر دنیا اور دنیا ہی کی نعمتین ہین اور اُسی مین ہمکو انہماک ہے اسلئے اس پر بس نہین فرمایا آگے اور نعمتون پر اسکی تفضیل کیلئے صراحتاً ارشاد ہوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ یعنی یہ نعمت اُن تمام چیزون سے بہتر ہے جنکو لوگ جمع کرتے ہین یعنی دنیا بھر کی نعمتون سے یہ نعمت افضل و بہتر ہے پس جس نعمت پر حق تعالیٰ اس شد و مد کے ساتھ خوش ہونیکا حکم فرمادین وہ کس طرح خوش ہونیکے قابل نہوگی یہ حاصل ہوا اس آیت کا جو مبنی ہے اس پر کہ فضل اور رحمت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیئے جاوین اور دوسرے مقام پر اس سے بھی صاف ارشاد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی خوشی کی شئے دنیا مین اگر ہے تو حضور ہی ہین اور اُس مین ما بہ الفرح یعنی حضور کے وجود باجود پر جو خوشی کا امر ہے وہ کس بنا پر ہے اور حیثیت وجہت فرح کی کیا ہی یہ بھی مذکور ہے وہ آیۃ یہ ہے ارشاد ہے لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم رسولا من انفسہم یتلو علیہم آیاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین یعنی حق تعالیٰ نے مومنین پر احسان فرمایا کہ اُنمین ایک رسول اُنکے جنس سے بھیجا کہ وہ اُنپر اُنکی آیتین تلاوت کرتے ہین اور اُنکو (ظاہری و باطنی نجاستون و گندگیون سے) پاک کرتے ہین اور اُنکو کتاب و حکمت سکھلاتے ہین اور بیشک وہ اس سے پہلے ایک کھلی گمراہی مین تھے اس آیت مین یتلو علیہم آیاتہ ویزکیہم الخ سے صاف معلوم ہورہا ہے کہ اصلی خوشی کی چیز اور ما بہ الفرح والمنت یہ ہی کہ حضور ہمارے لیئے سرمایۂ ہدایت ہین عہ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضور کے متعلق خوش ہونیکی بہت سی چیزین ہیں

حضور کے وجود باجود پر خوشی کا امر ہے اس کا بیان بالتفصیل

عہ بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصلی شئے خوشی کی اور قابل اعتماد اللہ تعالیٰ کا ہمکو ایمان عطا فرمانا ہے کہ جو محض فضل ہی پس فبذٰلک خیر مما یجمعون سے بھی فضل اور رحمت مراد ہے اور مما یجمعون اپنے عموم سے تمام احوال باطنہ کو بھی شامل ہی کہ اُن پر بھی سالک کو اگر خوشی ہو تو اسی حیثیت سے ہونا چاہیئے کہ فضل ہے اپنے کسب کو مطلق دخیل نہ سمجھے ۱۲ جامع عفی عنہ

مثلاً حضور کی ولادت اور حضور کی بعثت اور حضور کے دیگر تمام حالات مثلاً معراج وغیرہ یہ سب حالات واقعی خوش ہونیکے ہیں لیکن اس حیثیت سے کہ ہمارے لئے یہ مقدمات ہیں ہدایت و سعادت ابدی کے چنانچہ اس آیت سے صاف ظاہر ہے اسلئے کہ بعثت کیساتھ یہ صفات بھی بڑہائی ہیں یتلوا علیہم آیاتہ و یزکیہم الخ پس بقاعدہ بلاغت ثابت ہوتا ہے کہ اصل مایہ المنت یہ صفات ہیں باقی ولادت شریفہ فی نفسہا یا معراج وہ بھی باعث خوشی زیادہ اسی لئے ہیں کہ مقدمہ ہیں اس دولت عظیمہ کے اسلئے کہ اگر ولادت شریفہ نہوتی توہمکو یہ نعمت کیسے ملتی اور اسی فرق کیوجہ سے اس آیت میں تو اس مقصود کا ذکر تصریحاً او رقصداً فرمایا اور دوسری آیت میں حضور کے وجود باجود کا ذکر اشارۃً اور ضمناً فرمایا چنانچہ ارشاد ہے لعمرک انہم لفی سکرتہم یعمہون اسمیں حضور کی بقا اور وجود کو مقسم بہ بنایا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ قسم میں جواب قسم مقصود ہوتا ہے اور مقسم بہ کو تبعاً ذکر کیا جاتا ہے اور ایک مقام پر حضور کی ولادت شریفہ کو بھی اسی طرح ذکر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد و والد و ما ولد چنانچہ ما ولد کی تفسیر میں بعض مفسرین کا قول ہے کہ اسکے مصداق حضور کی ذات والاصفات ہے مگر اس اہتمام سے نہیں جیسا آیۃ لقد من اللہ الخ میں نبوت اور بعثت اور ہدایت اور تزکیہ کو بیان فرمایا ہے اور اسی فرق کیوجہ سے فرحت میں بھی تفاوت ہوگا کہ جسقدر ولادت شریفہ پر فرحت ہونا چاہئیے اس سے زائد نبوت شریفہ پر ہونا چاہئیے اگر ذکر ولادت شریفہ کیلئے مجلس منعقد کیجاوے تو ذکر نبوۃ مبارکہ کیلئے بطریق اولی کیجاوے اور اسی طرح ان اہل مجالس کو چاہئیے کہ معراج شریف اور فتح مکہ معظمہ اور حضور کے غزوات مبارکہ اور ہجرۃ کی بھی مجالس منعقد کیا کریں اسلئے کہ جیسے ولادت شریفہ حضور کا ایک حال ہے اسی طرح یہ بھی تو حضور ہی کے حالات ہیں بلکہ بعض ان میں سے ولادت شریفہ سے بڑھکر ہیں اگر کوئی کہے کہ آجکل مجلس ولادت شریفہ میں حضور کے سب حالات کا اور احکام کا بھی ذکر کیا جاتا ہے حضرت بس رہنے دیجئے اور حالات کا ذکر محض تطفلانہ سری کے یا صرف بالاسا چھو اینیکے طور پر ہوتا ہے بخلاف ذکر متعلق ولادت شریفہ کے کہ وہ ذکر نور سے لیکر وقت وضع و رضاع وغیرہ تک کیا جاتا ہے اور اگر کوئی مولوی نماز روزہ کے احکام مجلس مولود میں بیان کر دیتا ہے تو میں نے اہل مولد میں سے ایک بزرگ سے سنا ہے کہ یہ کہتے تھے کہ لوگوں نے آجکل یہ نئی رسم نکالی ہے کہ وعظ کہتے ہیں نماز روزہ کا اور نام کرتے ہیں ذکر ولادت کا یہ خیالات ہیں اہل مولد کے حالانکہ حق تعالیٰ کے

کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ فرحت کے قابل یہی شے ہے جیسا مینے پہلی آیتہ لقدمن اللہ الخ کے ذیل مین بیان کیا ہے اب تبلائیے اس پر فرحت کون کرتا ہے اور وجہ اسکی یہ ہی کہ ذکر ولادت مین بوجہ اسکے کہ لڑکے خوش الحان گاتے ہین اور مضامین وروایات بھی اکثر موضوع اور عجیب ہوتی ہین اور اگر روایات صحیحہ بھی ہون تو وہ ایک واقعہ اور قصہ ہے جو طبعاً دلکش ہے اسلئے اسکے سُننے مین نفس کو حظ ہوتا ہے اور احکام مین کوئی خاص مزہ نہین اسلئے کہ اُنمین تو یہی ہوگا یہ کرو وہ کرو تو اسمین کیا مزہ آیا حالانکہ اصل سب مزون کی احکام ہی ہین ایک مدت تک اُن پر التزام کیجیے اور نفس کو خوگر بنائیے پھر اُس مین روحانی لُطف دیکھئے لیکن اس مین تو لوہے کے چنے چبانے پڑتے ہین اور زہر کے گھونٹ پینے پڑتے ہین اسلئے اس سے نفس بھاگتا ہے اور واقعات مولد شریف کے ذکر مین صرف سن لینا ہوتا ہے اسلئے اسمین نفس کو مزا آتا ہے اسی لئے اُس کا اہتمام کرتے ہین اسی طرح تصوف کے رنگین مضامین اور عاشقانہ اشعار کی کیفیت ہے چونکہ اسمین افعل لاتفعل نہین ہے اسلئے خوب مزا آتا ہے سر ہلاتے ہین بلکہ یہان تک دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ اُن اشعار و مضامین کو سمجھتے بھی نہین اُن کو بھی وجد آتا ہے ایک قوال یہ شعر گارہا تھا ؎ بگزید یار عشقت جگر کباب کردمارا ۔ ایک گنوار کو وجد آگیا اُس سے پوچھا کہ تو نے کیا سمجھا جو تجکو وجد آیا اُسنے کہا کہ یہ یون کہتا ہے ڈگرے کا باپ مارا ڈگرا کہتے ہین ہندی مین نفس کو ہمنے یہان تک دیکھا ہے کہ ہندوؤن کے یہان اور رنڈیون کے یہان مروج مولد شریف ہوتا ہے کہ اس مین حظ نفس ہے ورنہ ہندوؤن کو اس سے کیا تعلق غرض قرآن مجید سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ زیادہ اہتمام کے قابل نبوت اور بعثت کا ذکر ہے اور ذکر ولادت اگر کہین آیا ہے تو اشارۃً یا اجمالاً آیا ہے اگر کوئی کہے کہ حق تعالیٰ نے سورہ مریم مین یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا قصہ مفصلاً بیان فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قصہ مولد عیسیٰ ویحییٰ علیہما السلام کی تفصیل بیان کرنا بھی قابل خاص اہتمام کے ہے پس اس پر ہم حضور کے ذکر ولادت کو بھی قیاس کرتے ہین بات یہ ہے کہ ؎ حفظت شیئاً وغابت عنك اشیاء ۔ آپنے یہ تو دیکھ لیا کہ ان حضرات کی ولادت کا قصہ اہتمام سے بیان فرمایا ہے مگر یہ نہین دیکھا کہ کیون اور کس حیثیت سے ذکر فرمایا اُنکے قصہ ولادت کے اہتمام کی وجہ یہ ہے کہ ان

[illegible]

شبہ ولادۃ عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام مذکورہ قرآن سے اور اسکا جواب ۔

دونون حضرات کی ولادت ایک عجیب طریقہ سے خرق عادت کے طور پر ہوئی ہے یحییٰ علیہ السلام کے مان باپ تو بوڑھے بہت تھے کہ اسباب ظاہرہ کے اعتبار سے اُنمین صلاحیت ہی توالد وتناسل کی نہ تھی چنانچہ ارشاد ہے واصلحنا له زوجه اسلئے اُنکی ولادت عجیب تھی اور عیسیٰ علیہ السلام بے باپ کے ہوئے اسلئے اُنکی ولادت اس سے بھی زیادہ عجیب تھی پس حق تعالیٰ نے ان دونون قصون سے قدرت اور توحید پر استدلال فرمایا ہے یہ وجہ ہے ان قصون کے بالاہتمام ذکر کرنے کی اور حضور کی ولادت شریفہ عادت کے موافق ہوئی ہے پس اس سے مطلقاً ذکر مولد شریف کی تفصیل کا ذکر نبوت و ہجرت کی برابر محل اہتمام ہونا ثابت نہین ہوتا مگر آج کل بعض لوگون نے خود اس مقدمہ مین بھی کلام شروع کیا ہے کہ آپکی ولادت شریفہ بطریق متعارف ہوئی ہے چنانچہ ایک شخص کا میرے پاس خط آیا تھا اُنمین پوچھا تھا کہ کیا حضور بھی اپنی والدہ شریفہ کے بطن سے اسیطرح پیدا ہوئے جیسے اور آدمی ہوتے ہین اور کسیکا قول نقل کیا تھا کہ ران سے پیدا ہوئے ہین اسلئے کہ حضور کی شان اس سے ارفع ہے کہ محل غیر طاہر سے پیدا ہون اور پوچھا تھا کہ اسکی کیا دلیل ہے کہ طریق معہود سے پیدا ہوئے ہین مین کہتا ہون کہ ان سائلون کو ایسے امور کے پوچھنے سے شرم نہین آتی بہت بیحیائی اور بے ادبی اور گستاخی کی بات ہے میرا جی تو چاہتا نہ تھا کہ اس خط کا جواب لکھون لیکن طوعاً وکرہاً لکھا تاکہ ان مخالفین کو یہ کہنے کی گنجایش نہ رہے کہ اہل حق کے پاس کوئی دلیل نہین لہذا جواب مین یہ لکھا کہ روایات مین حضور کی ولادت کے متعلق یہ الفاظ آئے ہین وُلِدَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ مقدمہ مسلمہ ہے کہ جب تک مجاز کے قرائن نہون تو الفاظ اپنے حقائق پر محمول ہوتے ہین یعنی جبتک معنی حقیقی بن سکین مجاز کی طرف رجوع نہ کیا جاویگا اور یہ بھی مسلم ہے کہ علامت حقیقت کی تبادر الی الفہم عند الخلو عن القرائن ہے پس ان سب مقدمات سے وُلِدَ مین ولادت سے طریق معہود ہی سے پیدا ہونا مراد لیا جاویگا یہ دلیل ہے اسکی کہ حضور بھی اسی طریق سے دنیا مین تشریف لائے ہین اب لوگ اسکی کوشش کرتے ہین کہ حضور کی ولادت شریفہ کو عجیب طریقہ سے ثابت کرین اور عادت معروفہ کے موافق پیدا ہونے کو قدح جانتے ہین حالانکہ اقرب الی الحقیقۃ آپکی شان کے اعتبار سے یہی ہے کہ جس طرح عادۃ اللہ جاری ہے آپ اُسیطرح پیدا ہون تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ یہ امر مسلم ہے کہ آدمی کو زیادہ اُنس اُس شے سے ہوتا ہے جس سے کچھ مناسبت ہو اور جس قدر مناسبت زیادہ ہوگی اُنس زیادہ ہوگا اور

جسقدر مناسبت کم ہوگی اوسی قدر اُس سے توحش بڑہیگا اسی واسطے آدمی کو اپنے ہمجنس کیطرف زیادہ میلان
ہوتا ہے اور جانورون کیطرف کم ہے اور جنون سے اور بھی کم بلکہ توحش ہے اور اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام سب
آدمی ہوتے ہین فرشتون کو نبی بناکر نہین بہیجا گیا ہے اسلیے کہ اُن سے آدمیون کو توحش ہوتا اور جب
توحش ہوتا تو افادہ اور استفادہ ممکن نہین اسلیے سب رسول آدمی ہوئے ہین جب یہ امر سمجہہ مین آگیا تو اس
کے بعد سمجہنا چاہیے کہ حق تعالی کو منظور ہوا کہ حضور کو محبوبیت کاملہ عطا فرمادین اور کسی کو ذرہ برابر بھی
حضور سے توحش نہو پس اسلیے بجز معجزات کے حضور کی اور کوئی حالت ولادۃ وغیرہ بھی معمول
کے خلاف نہین بنائی اسلیے کہ اگر عادۃ جاریہ کے ذرا خلاف بھی کوئی بات ہوتی تو مناسبت
مین اور پہر اُسکے سبب اُنس مین کمی ضرور ہوجاتی پس ولادت بھی حضور کی کسی نئی طرز سے نہین ہوئی
اور یہی آپکی شان محبوبیت وافادہ کیلیے مناسب ہے اور اسکے خلاف کو ثابت کرنا اس حکمت کو
نظر انداز کرنا ہے بلکہ یہ حکمت یہان تک مرعی رکھی گئی ہے کہ حضور کے اکثر کمالات بھی کہ انہین معجزات بھی
داخل ہین نہایت لطیف ہین جنکا عجیب ہونا امعان نظر کو مقتضی ہے حتی کہ قرآن مجید جو حضور کا بڑا معجزہ
ہے وہ بھی سرسری نظر مین عجیب اور اعجاز کی شان انہین معلوم نہین ہوتی اسی واسطے کفار نے کہا تھا
لو نشاء لقلنا مثل ھذا یعنی اگر ہم چاہین تو ہم بھی ایسا کلام کہدین لیکن اُن لوگون نے جب غور کیا اور
اپنی انتہائی قوت اسکے مقابلہ مین صرف کردی تو دانت کھٹے ہوگئے حالانکہ بڑے فصیح اور بلیغ تھے
لیکن ایک سورۃ بھی ویسی نہ لاسکے باوجود اسکے کہ حق تعالی نے انکو جوش دلانیکے لیے علی الاعلان
فرمایا فاتوا بسورۃ من مثلہ یعنی لے آؤ کوئی سورت اس جیسی اسکے بعد اُن کے عجز کو بھی خود فرمایا
ولن تفعلوا یعنی تم ہرگز ایسی سورۃ نہ لاسکو گے اسکو سنکر اہل عرب کو کیسا کچہہ جوش آیا ہوگا اور کس قدر
بل کہاتے ہونگے لیکن مقابلہ نہین کرسکے اور اسی پر اکتفا نہین فرمایا بلکہ آگے ارشاد ہے فاتقوا النار
التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین ۝ یعنی اگر تم اسکا مثل نہ لاسکو تو اُس آگ سے بچتے
رہو جو کافرون کیلیے تیار کیگئی ہے۔ غرض یہ معجزہ بھی نہایت غامض اور لطیف ہے اسی طرح حضور کی
ہر شان اور کمال ایسا ہی لطیف ہے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے ؎ یزیدک وجہہ حسنا اذا
ما زدتہ نظرا یعنی محبوب کا چہرہ تیرے لیے حسن کو بڑہا دیتا جب تو اُس پر نظر زیادہ کرتا ہے چنانچہ
بعضون کا حسن تو ایسا ہوتا ہے کہ دور سے وہ اچہے معلوم ہوتے ہین لیکن پاس سے دیکھو تو کچہہ بھی

حضور کے تمام کمالات نہایت لطیف ہین

نہین جیسے شیخ شیرازی فرماتے ہین ؎ بس قامت خوش کہ زیر چادر باشد ٭ چون باز کنی مادر مادر باشد - اور بعضے دور سے اور سرسری نظر مین معمولی معلوم ہوتے ہین لیکن جس قدر غور کرو خوبیان معلوم ہوتی جاتی ہین حضور کے کمالات بھی ایسے ہی ہین کہ انہین سادگی تو اسدرجہ ہے جیسے کسی شاعر نے کہا ہی

دلبران بناتی ہمہ زیور بستند	دلبر است کہ با حسن خدا داد آمد

اور نظر تامل کے بعد دلربائی کی یہ حالت ہے ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم	کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

پس ولادت بھی حضور کی کسی عجیب طریقہ سے نہین ہوئی اور ولادۃ عیسویہ نہایت عجیب طریقہ سے ہوئی اور چونکہ اُس سے توحید پر استدلال مقصود ہے اسلئے اُسکو اہتمام سے بیان بھی فرمایا خلاصہ یہ ہے کہ مدار منت اور فرحت کا شان یتلو علیہم آیاتہ ویزکیہم الخ کی ہے اور ولادت شریفہ اور نشو ونما کے واقعات کی خوشی بھی اسی واسطے ہے کہ وہ واسطہ ہی اس دولت کی تحصیل کا خوب کہا ہی ؎

آن روز کہ مہ شدی نمی دانستی	کانگشت نمائے عالمے خواہی شد

پس اصل مین مقصود حالت بدریت کی ہی لیکن ہلالیت کی خوشی بھی اسی واسطے ہے کہ وہ ذریعہ بدریت کا ہے پس اصل سرور تو اسکا ہے کہ ہمکو حضور نے بڑی نعمت عطا فرمائی باقی اُسکے جس قدر اسباب ہین وہ چونکہ اُسکے وسائط ہین اسلئے اُنسے بھی خوشی ہے اسی فرح کو مولانا رومی اپنی مثنوی شریف مین چند ابیات کے اندر بیان فرماتے ہین جو گویا حاصل ہی ان آیات کے مفہوم کا اُن ابیات کو مع مختصر شرح کے بیان کیا جاتا ہے پس فرماتے ہین ؎

ایہا العشاق اقبال جدید	از جہان کہنہ نو در رسید

یعنی اے عشاق مژدہ ہو کہ نیا اقبال چمکا ہے جو ایک پُرانے اور نئے جہان سے پہونچا ہے اقبال جدید سے مراد قران مجید ہے اور جدید اُسکو کلام لفظی کے اعتبار سے کہا ہے ورنہ کلام نفسی اور صفت الٰہیہ کے مرتبہ مین تو وہ قدیم ہے باقی رہی یہ بات کہ کلام لفظی کے اعتبار سے تو اُسکی ایک صفت کو ذکر فرمایا اور کلام نفسی کے اعتبار سے کوئی صفت ذکر نہین کی تو وجہ اُسکی یہی کہ ہمکو جو خطاب ہوا ہے اور ہمکو جو یہ دولت ملی ہی تو اسی لباس یعنی کلام لفظی کیساتھ ملی ہی پس ہمارے نفع مین یہ شان جدید ہی زیادہ دخیل اور سبب قریب ہوئی گو فی نفسہ قدیم ہے اور اسی صفت کو حق تعالیٰ

چند ابیات مثنوی [illegible]

نے اس آیت مین ذکر فرمایا ہے مایاتیھم من ذکر من ربھم محدث الا استمعوہ وھم یلعبون اور
فرمایا ومایاتیھم من ذکر من الرحمن محدث الا کانوا عنہ معرضین اور جہان سے مراد عالم غیب ہے اور
کہنہ اُسکو اسلیئے کہا کہ بہت پُرانا ہے اور نو اسلیے کہ اُسمین تغیر نہین ہوا الآن کما کان اسکی شان ہی
اور عالم غیب کی تو یہ شان ہے ہی آسمان جو عالم شہادت سے ہے مگر بوجہ منتہائے عالم شہادت
ہونیکے اُسکو عالم غیب سے کچھ قرب ہے خود اُسکی بہی یہ حالت ہی کہ باوجود اسکے کہ کسقدر پرانا ہے لیکن
اُسمین کچھ تغیر نہین ہے چنانچہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہین ماتری فی خلق الرحمن من تفاوت فارجع
البصر ھل تری من فطور یعنی اے مخاطب تو اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی شئے مین (آسمان مراد
ہے) کوئی تفاوت نہ دیکھے گا (اگر کچھ شک ہی) پس نگاہ اُٹھا کر دیکھہ کیا کہین کوئی رخنہ دیکھتے ہو
آگے کرر تاکید کیلئے اور نیز اسلیے کہ شاید ہماری خاطر سے کہدو کہ نہین کہین کوئی فرق نہین اسلئے
ارشاد ہے ثم ارجع البصر کرتین یعنی پھر بار بار نظر دوڑاؤ آگے اسکا نتیجہ ارشاد ہے کہ ینقلب
الیک البصر خاسأ وھو حسیر یعنی ہم پیشینگوئی کرتے ہین کہ تمہاری نگاہ پھر پھرا کر تمہارے
پاس تھکی تھکائی واپس آجائیگی اور کہین کوئی عیب نہ پائیگی خلاصہ یہ ہے کہ مولانا ارشاد فرماتے ہین
کہ اے حق تعالیٰ کے طالبو اے حق کے شیدائیو اے مدتون سے وادی ضلال مین بھٹکنے
والو خوش ہوجاؤ تمہارے اقبال کا ستارہ چمکا ہے یعنی عالم غیب سے قرآن مجید نازل ہوا ہے
کہ راہ حق کیطرف ہادی ہے آگے فرماتے ہین ٥

	زان جہان کو چارہ بیچارہ جوست		صد ہزاران نادرہ عالم دروست	

زان جہان بدل ہی جہان کہنہ سے جو شعر بالا مین ہی یعنی وہ اقبال جدید اُس جہان سے آیا ہے کہ
وہ لا علاج کا چارہ جو ہے اور لاکھون عجائبات عالم کے اُسمین ہین یعنی جو شخص امراض کفر و
شرک و گناہ مین مبتلا ہوکر لا علاج ہوگیا ہو اور اس جہان کے اطبا نے اُسکو جواب دیا ہو تو اُسکا
علاج اُس جہان سے ہوتا ہے چنانچہ قبل از بعثت مشرکین اور کفار ایسے امراض مین مبتلا تھے کہ
وہ لا علاج ہوچکے تھے قلوب مسخ ہوگئے تھے شر کو خیر اور خیر کو شر جانتے تھے ہزارون رسوم
جہالت کی انمین وبا عام کیطرح پھیلی ہوئی تہین کہ دفعتہً اقبال جدید کا ستارہ چمکا اور اُسنے ایسا
نور ڈالا کہ سبکا علاج ہوگیا الا من شاء اللہ اور اگر ایسی زبردست روشنی اُن پر نور افشان نہوتی تو

اُنکی درستی کی بالکل امید نہ تھی چنانچہ خود ارشاد فرماتے ہین - لمیکن الذین کفروا من اھل الکتاب و المشرکین منفکین حتی تاتیھم البینۃ رسول من اللہ یتلوا صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ - یعنی کفار اہل کتاب و مشرکین اپنی گمراہی سے جدا ہونے والے نہ تھے جبتک اُنکے پاس ایک روشن دلیل نہ آجاوے وہ دلیل ایک ایسا رسول ہی جو اللہ کی جانب سے ہے جو پاکیزہ صحیفے پڑہے جسمین راست مضامین لکھے ہوئے ہون - دوسرے مصرعہ کا حاصل یہ ہے کہ اُس جہان مین عالم کے بیشمار عجائب ہین چنانچہ دوزخ وہان موجود ہے جسکے ہولناک اور عجائبات اور واقعات کی کسی قدر حکایات احادیث مین آئی ہے اور جنت وہان موجود ہے جسکے بیشمار اور بیرون از عقل و قیاس نعمتون کی خبر اللہ و رسول نے دی ہے ایسیطرح عالم ارواح اور صراط اور میزان وہان موجود ہین اور ان چیزونکے عجیب ہونے مین کوئی شک نہین چنانچہ اسی وجہ سے ملاحدہ اور فلاسفہ نے انکے وجود ہی کا انکار کر دیا ہے آگے ارشاد ہے ؎ ابشروا یا قوم اذ جاء الفرج * افرحوا یا قوم اذ زال الحرج - یعنی اے میری قوم خوش ہو جاؤ اسلیئے کہ کشادگی آگئی اور اے قوم خوش ہو جاؤ اسلیئے کہ تنگی جاتی رہی مطلب ظاہر ہے قال ؎ آفتابے رفت درکازہ ہلال * در تقاضا کہ ارحنا یا بلال - ہلال صحابی ہین مولنا نے اُنکی حکایت بیان کی ہی کہ وہ ایک اصطبل مین سائیس تھے وہ بیمار ہو گئے تھے حضور اُن کی عیادت کو وہان ہی تشریف لیگئے تھے حضور کی فیض رسانی کو مولانا بیان فرماتے ہین کہ او فیض رسان تو ایسے ہوتے ہین کہ طالبین اُنکے دروازہ پر آتے ہین حضور کے اخلاق ایسے تھے کہ ظاہر حال کے اعتبار سے ایک شکستہ حال کے یہان آپ خود تشریف لیگئے حافظ شیرازی ایسے ہی لوگونکے بارہ مین فرماتے ہین ؎ بین حقیر گدایان عشق را کین قوم * شہان بے کمر و خسروان بے کلہ اند - ایسے ہی حضرات کے بارہ مین حدیث شریف مین وارد ہوا ہے رب اشعث اغبر مدفوع بالابواب لو اقسم علی اللہ لابرہ یعنی بہت سے پراگندہ بال غبار آلودہ دروازون سے دھکے دیئے ہوئے اور حالت اُنکی یہ ہے کہ اگر اللہ پر کسی بات کے متعلق قسم کھا بیٹھین یعنی قسم کھا کر یہ کہہ دین کہ اللہ ایسا ہی کرینگے تو اللہ تعالیٰ اُنکو قسم مین سچا کر دین اسی شان کو فرمایا ہے حافظ شیرازی رح نے ؎

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی مین	کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

اور فلک اور ستارہ پر ناز کرنا کیا تعجب ہے جب حضرات خالق فلک و ستارہ پر ناز کرتے ہین

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سطوت شوکت جو قلوب پر تھی اُسکو تو سب جانتے ہی ہین لیکن اسکے ساتھ ہی عناصر پر بھی آپکی حکومت لگے ہے بطور کرامت ظاہر ہوئی ہو چنانچہ ایک مرتبہ زمین کو زلزلہ آیا تو آپنے فرمایا اُسکنی یا ارض یعنی اے زمین ساکن ہو جا زمین فوراً ٹھر گئی اور سنئے دریائے نیل کی کبھی یہ حالت ہوتی کہ اُس کا پانی دفعتہً ٹھر جاتا تھا اور اس قدر نہ بڑھتا تھا جس سے زراعت کی آبپاشی ہوسکے وہان کے لوگ یہ کرتے تھے کہ ایک کنواری حسین لڑکی کو اُسمین چھوڑ دیتے تھے اُس وقت اُسکا پانی چڑھ آتا تھا جب مصر فتح ہوا تو لوگون نے یہ قصہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے جو امیر لشکر تھے بیان کیا اُنھون نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہو گا مین اسکی اطلاع امیرالمومنین کو کرتا ہون وہ ضرور اسکا انتظام فرمائینگے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیخدمت مین یہ سب قصہ لکھا آپنے اُسی وقت ایک فرمان دریائے نیل کے نام صادر فرمایا جسکا مضمون یہ تھا کہ اے نیل تو اگر خدا کے حکم سے چلتا ہے تو کسی شیطان کے اثر سے مت رُک اور حضرت عبداللہ کو لکھا کہ یہ رقعہ دریا مین ڈالدینا۔ چنانچہ حسب الارشاد وہ رقعہ دریا مین ڈالدیا دریا اس زور شور سے چڑھا کہ کبھی اس زور سے نہ بہا تھا۔ الغرض حاصل مصرعہ اولی کا یہ ہوا کہ آفتاب فیض یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی عیادت کیواسطے اُنکے مکان پر یعنی اصطبل مین تشریف لیگئے یہ تو حضور کا فیض باعتبار تربیت جسم کے ہوا آگے فیض روحانی و فیض باطنی کا بیان ہے کہ بلال جو کہ ایک حبشی تھے اُنسے آپ نہایت لطف و شفقت سے باتین کرتے تھے چنانچہ اُنسے تقاضا ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اے بلال ہمکو راحت دو یعنی اذان کہدو تاکہ نماز سے راحت ہو اور نماز و اذان کی تعلیم فرمانا ظاہر ہے کہ روحانی فیض رسانی ہے قال رحمہ

زیر لب میگفتی از بیم عدو	بر منارہ رو بگو کوری او

اے بلال تم مکہ مین زیر لب آہستہ سے دشمن کے خوف سے اللہ کا نام لیتے تھے یعنی کلمہ توحید کبھی کبھی خفیہ کہتے تھے اب مدینہ مین منارہ پر جا کر پکار کر اللہ کا نام لو یعنی اذان کہو اور دشمن کو نامراد بناؤ اور خفیہ کہنے مین کبھی کبھی کی قید اسلئے لگائی کہ اُنکی تو یہ حالت منقول ہے کہ یہ ایک یہودی کافر کے غلام تھے اور وہ اُنکو تمام دن دہوپ مین گرم پتھر پر لٹا یا کرتا تھا اس حالت مین بھی اُنکی زبان سے توحید کے کلمات جاری رہتے تھے اتفاقاً ایک روز حضرت صدیق اکبر رضی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سطوت شوکت و قصہ دریائے نیل

عیادت حبشی ابیات مثنوی شریف

[illegible] حضرت بلال رضی اللہ عنہ [illegible] ابیات مثنوی شریف

اللہ عنہ کا اُس طرف گذر ہوا جہاں پر حضرت بلال مبتلائے تکلیف تھے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اُنکے
مولیٰ کے پاس تشریف لیگئے اور اُنکے پاس ایک غلام نصرانی عداس نامی تھا جو بہت روپیہ
کماتا تھا اُسکو دیکر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو چھڑا لیا اُس کافر نے کہا کہ ابو بکر بہت خسارہ میں ہے کہ ایسا اچھا
غلام دیکر ان کو لیا ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک غلام کیا اگر تو انکے عوض میں میرا سارا گھر بھی مانگتا
تو میں وہ بھی دیدیتا تو کیا جانتا ہے یہ کیا چیز ہیں اور حق تعالیٰ نے اُس کافر کے کہنے کا یہ جواب دیا۔ والعصر
ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا الخ یعنی قسم ہے زمانہ کی بیشک انسان (کافر) خسارہ میں ہے
مگر وہ مومن جو اعمال صالحہ کرتے ہیں وہ خسارہ میں نہیں ہیں اسی قصہ کیطرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس نظم میں
اشارہ کیا ہے ؎ ابو بکر حبانی اللہ مالا • واعتق من ذخائرہ بلالا • لقد واسی النبی بکل فضل • واسرع فی اجابتہ بلالا ؎ پہلے بلالا سے جو کہ ایک کلمہ ہے مراد حضرت بلال ہیں اور دوسرے بلالا سے
جو کہ دو کلمے ہیں مراد بدون لا کے ہے معنی انکار کے یہ ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی راہ میں مال دیا۔ اور
اپنے ذخائر سے حضرت بلال کو آزاد کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حال کیساتھ غمخواری اور ہمدردی
کی اور بدون انکار کے انکی اجابت میں جلدی کی ان ہی حضرت بلال کی شان میں حضرت عمر رضی
اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مدح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ابو بکر سیدنا و اعتق سیدنا یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ ہمارے
سردار ہیں اور اُنھوں نے ہمارے سردار یعنی بلال کو آزاد کیا ہے اللہ اکبر کہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور کہاں حضرت
بلال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تو وہ شان ہے کہ حضور فرماتے ہیں لو کان بعدی نبی لکان عمر یعنی اگر کوئی میرے
بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتے باوجود اس مرتبہ کے بلال رضی اللہ عنہ کو سید فرماتے ہیں لیکن کسی کو کیا خبر ہے
کہ بلال کی کس شئے کو اُنھوں نے سید فرمایا ہے اگرچہ اُس شئے میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی بڑھے
ہوئے تھے لیکن ان حضرات نے اپنے کو ایسا مٹایا تھا کہ ہر ایک کو اپنے سے افضل جانتے تھے
آجکل دیکھا جاتا ہو کہ تھوڑا سا پڑھ لکھکر یا کسی ادنیٰ بات سے ایسا ناز ہو جاتا ہے کہ دماغ صحیح نہیں رہتا
اور جو نسب میں گھٹا ہوا ہو اگرچہ زہد و تقویٰ میں بڑھا ہو اُس میں عیب نکالتے ہیں یاد رکھو حق تعالیٰ کے
یہاں نسب حسب کوئی شے نہیں جس کو چاہتے ہیں فضل فرما دیتے ہیں دیکھو ابو جہل شریف ہو کر مطرود
ہوا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ باوجود عبد حبشی ہونے کے مقبول ہو گئے عجیب شان ہے ؎

	حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم		ز خاک مکہ ابوجہل این چہ بوالعجبی ست	

عرض حضرت بلال تو بڑے علی الاعلان توحید کو ظاہر کرنیوالے ہین شاید کبھی ایسا ہوا ہو کہ اس مصلحت سے کہ حضور کو کوئی تکلیف نہ پہونچاوے کسی خاص موقع پر اس توحید کا اخفا فرمایا ہو اسلیے ارشاد ہے کہ اب کوئی احتمال نہین ہا پکار کر منارہ پر جا کر اذان کہو اور دشمن کا دل جلاؤ قال مولانا الرومی رحمہ ؎

میدمد در گوش ہر غمگین بشیر		خیز اے مدبر رہ اقبال گیر	

یعنی اب وہ وقت آگیا ہے کہ ہر طالب دردناک اور غمگین جو درد طلب سے بیقرار ہے اسکے کان مین بشیر یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھونک رہے ہین کہ اے بدبخت اٹھ اقبال کا راستہ لے یعنی ہدایت کے ابواب مفتوح ہوگئے ہین اسکو اختیار کر تمام ہوگئے اشعار مثنوی کے ان اشعار مین مولانا نے فیض وحی اور فیض نبوۃ اول بیان کیا ہے اور اسپر فرحت ظاہر کی ہے پھر صحابہ کیطرف فیض رسانی کیلیے جو حضور کی توجہ تھی اسکو بیان کیا گویا یہ اشعار ان آیات کے متقارب المعنی ہین یہ تمام تقریر بطور تمہید کے تھی اور اس تقریر سے مقصود مجکو شبہات کا زائل کرنا تھا کہ جو ہم لوگون کی نسبت مین و رنہ اصل مقصود یہ تھا کہ اس نعمت عظیمہ پر فرحت مامور بہا کا طریقہ بیان کیا جاوے اور اسمین جو لوگون نے افراط تفریط کی ہے انکی اصلاح کیجاوے اور مخالفین کے دلائل کا جواب دیا جاوے لیکن تمہید ہی مین بہت تطویل ہوگئی لیکن کچھ حرج نہین اسلیے کہ بہت سے فوائد اس سے معلوم ہوگئے (یہان پہونچکر نماز عصر کیلیے اٹھے پھر بعد نماز آگے بیان ہوا) اب مین مقصود شروع کرتا ہون تقریر سابق سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ حضور کے وجود باجود پر فرحت مامور بہا ہے اب یہ سمجھنا چاہیے کہ اس فرحت کا طریقہ صحیحہ مقبولہ کونسا ہے سو اسکے طریقے دو ہین ایک تو وہ طریقہ جس پر خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل فرمایا ہو اسلیے کہ جیسا امت پر اس آیت کا امتثال واجب ہے حضور پر بھی واجب ہے جیسا نبی کو نبی جاننا جسطرح امت کے ذمہ ضروری ہے اسیطرح بلا فرق اس نبی کو بھی اپنی نبوۃ کا اعتقاد فرض ہے اسلیے یہ بات دیکھنا ضروری ہے کہ حضور نے اس فرحت کو کس طریق سے ظاہر فرمایا ہے اور دوسرا طریقہ وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کلیاً یا جزئیاً منقول نہو بلکہ کسی نے ایجاد کیا ہو جسطرح سے آجکل بہت سے محبت کا دم بھرنیوالے لوگ مجالس منعقد کرتے ہین اور ان مین سے بعض تو نرے مدعی ہی ہین ان جو کچھ روپیہ خرچ کرنیوالے ہین ان مین سے اکثر کی نیت بری نہین وہ محبت سے ہی کرتے ہین مگر غلطی مین ہین اسلیے کہ محبت مین غلطی بھی تو ہو جاتی ہے یہ تو ضروری نہین کہ جس فعل کا منشا محبت ہو اسمین غلطی نہو جیسے کوئی اللہ تعالیٰ کی

اما مقصود وعظ ... فرحت کا ذکر ... طریقہ صحیحہ کی تعیین

مجالس میلاد کرنیوالے ... بعض کی نیت ...

محبت کے جوش مین مثلاً ٹھیک دوپہر کو نماز پڑہنے لگے باقی جنکا کچھ خرچ بھی نہین ہوتا بلکہ اُن کو آمدنی ہوتی ہے یعنی مولودخوان مولوی نہین ہین تو اکثر کی نیت بھی اچھی نہین اُن کا مقصود صرف روپیہ ہی ہے بلکہ تو کچھہ عجب نہین کہ بعض کو اُن مین سے حق واضح بھی ہوگیا ہو لیکن اُنکا خیال یہ ہے کہ اگر ہم یہ طریقہ جاری نہ رکھینگے تو ہمکو جو روپیہ اور نذرانے اور جوڑے ملتے ہین وہ نہ ملینگے اسلئے وہ چھوڑتے نہین میرے پاس ضلع رُہتک سے ایک صاحب کا خط آیا اُسمین لکھا تھا کہ یہان ایک بی بی ہین جنکا نام بوبو ہے اُنکے باپ بے کی کسر ہے ورنہ سب حرف علت جمع ہوجاتے (لطیفہ کے طور پر ہے) جیسا ایک عربی کے شعر مین کسی نے یہ حروف جمع کیے ہین ؎ رأیت صبیا علی کثیب یحجل البدر والهلالا * فقلت ما اسمك فقال لولو فقلت لی لی فقال لالا ۔ شاعر نے کمال کیا ہے لولو اور لی لی اور لالا کو خوب جمع کیا ہے ترجمہ یہ ہے کہ مینے ایک حسین لڑکے کو ایک ٹیلہ پر دیکھا اور نام پوچھا اُسنے کہا لولو مین نے کہا تو میرا ہے اُسنے کہا نہین اور یہ لولو معنی موتی کے ہے وہ لولو نہین جس سے بچون کو ڈرلاتے ہین اس پر ایک اور حکایت یاد آئی نصیر شاعر کا ایک لڑکا بچہ تھا ایکبار چند شعراء نصیر سے ملنے آئے نصیر موجود نہ تھا یہ بچہ تھا شعراء نے اس سے فرمایش کی کہ کوئی شعر فی البدیہہ بنا کر سناؤ اُسنے عجیب شعر اپنے بچپن کی شان کے موافق بیساختہ کہا ؎ اے بتو مجکو در گوش دکھاتے کیون ہو * مین ہون بالا مجھے لولو سے ڈراتے کیون ہو غرض اُن صاحب نے لکھا تہا کہ یہان وہ بی بی مولد شریف پڑہتی ہین اور اُنکا کچھہ نذرانہ بھی مقرر ہے اور ایک نئی بات یہ ہے کہ عید بقرعید کی نماز بھی عورتون کو پڑہاتی ہین اور ان سب قصون کی جڑ وہی نذرانہ ہے اسی واسطے مین تو اپنے دوستون سے یہ کہا کرتا ہون کہ ان بدعات کرنیوالون کو منع نہ کرو لیکن انکو دینا چھوڑدو جب مفت محنت کرنا پڑیگی وہ خود ہی تنگ ہوکر ان بدعات کو چھوڑ دینگے اسلئے کہ کام تو پورا کرنا پڑیگا اور ملیگا کچھہ بھی نہین تو خواہ مخواہ کی مشقت بھی ہوگی اور وصول کچھہ نہوگا تو خود ہی چھوڑ دینگے بہرحال ہر عمل کے دو طریقے ہوسکتے ہین ایک منقول اور دوسرا تراشا ہوا گفتگو اسمین ہے کہ اس بدعت کا طریق مروج کس قسم مین داخل ہے اسکے لیے مین ایک قاعدہ کلیہ بیان کرتا ہون اُس سے یہ واضح ہوجائیگا کہ جتنی چیزین بعد خیر القرون کے ایجاد ہوتی ہین ان مین کونسی بدعت ہے اور کونسی مستحب اور مندوب اور ثابت بالشریعۃ ہین اور اُسی سے یہ بھی واضح ہوگا کہ اس بدعت کے ظاہر کرنیکا آیا کوئی طریقہ منقولہ ہے یا نہین اور نیز طریقہ مروجہ بدعت ہے یا نہین پس جاننا چاہیے کہ بعد خیر القرون کے جو چیز ایجاد کی گئی ہین انکی دو قسمین ہین ایک تو وہ کہ

تمام بدعات کے مٹ جانیکا ایک عجیب سہل طریقہ

قاعدہ کلیہ بدعت و سنت کے پہچاننے کا

انکا سبب داعی بھی جدید ہے اور وہ موقوف علیہ کسی مامور بہ کی ہیں کہ بغیر انکے اس مامور بہ پر عمل نہیں ہو سکتا ہے جیسے کتب دینیہ کی تصنیف اور تدوین مدرسوں اور خانقاہوں کی بنا کہ حضور کے زمانہ میں انمیں سے کوئی نہ تھی اور سبب داعی انکا جدید ہے اور نیز یہ چیزیں موقوف علیہ ایک مامور بہ کی ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ یہ سب کو معلوم ہے کہ دین کی حفاظت سب کے ذمہ ضروری ہے اسکے بعد سمجھئے کہ زمانہ خیریت نشانہ میں دین کی حفاظت کیلئے وسائط محدثہ میں سے کسی شئی کی ضرورت نہ تھی تعلق مع اللہ یا بلفظ آخر نسبت سلسلہ کی بہ برکت حضرت نبوۃ سب مشرف تھے قوۃ حافظہ اس قدر قوی تھی کہ جو کچھ سنتے تھے وہ سب نقش کالحجر ہو جاتا تھا فہم ایسی عالی پائی تھی کہ اسکی ضرورت ہی نہ تھی کہ سبق کیطرح انکے سامنے تقریریں کریں ورع و تدین بھی غالب تھا بعد اس زمانہ کے دوسرا زمانہ آیا غفلتیں بڑھ گئیں قوی کمزور ہو گئے ادہر اہل اہوا اور عقل پرستوں کا غلبہ ہوا دین مغلوب ہونے لگا پس علماء امت کو قوی اندیشہ دین کے ضائع ہونیکا ہوا پس ضرورت اسکی واقع ہوئی کہ دین کی تجمیع اجزائے تدوین کیجائے چنانچہ کتب دینیہ حدیث اصول حدیث فقہ اصول فقہ عقائد میں تصنیف ہوئیں اور انکی تدریس کیلئے مدارس تعمیر کئے گئے اسی طرح نسبت سلسلہ کے اسباب تقویت ابقا کیلئے بوجہ عام رغبت نہ رہنے کے مشائخ نے خانقاہیں بنائیں اسلئے کہ بغیر ان چیزوں کے دین کی حفاظت کی کوئی صورت نہ تھی پس یہ چیزیں ایسی ہوئیں کہ سبب انکا جدید ہے کہ وہ سبب خیر القرون میں نہ تھا اور موقوف علیہ حفاظت دین مامور بہ کی ہیں پس یہ اعمال گو صورۃ بدعت ہیں لیکن واقع میں بدعت نہیں بلکہ حسب قاعدہ مقدمۃ الواجب واجب واجب ہیں اور دوسری قسم وہ چیزیں ہیں جنکا سبب قدیم ہے جیسے مجالس میلاد مروجہ اور تیجہ دسواں چہلم وغیرہا من البدعات کہ انکا سبب قدیم ہے مثلاً مجلس میلاد کے منعقد کرنیکا سبب فرح علی الولادۃ النبویہ ہے اور یہ سبب حضور کے زمانہ میں بھی موجود تھا لیکن حضور نے یا صحابہ نے یہ مجلس منعقد نہیں کی کیا نعوذ باللہ صحابہ کا فہم یہانتک نہیں پہونچا اگر سبب اسکا اسوقت نہوتا تو البتہ یہ کہہ سکتے تھے کہ منشاء انکا موجود نہ تھا لیکن جبکہ باعث اور بناء اور مدار موجود تہا پھر کیا وجہ ہے کہ نہ حضور نے کبھی مجلس میلاد منعقد کی اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسی شے کا حکم یہ ہے کہ وہ بدعت ہیں صورۃً بھی اور معنیً بھی اور من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ میں داخل ہوکر واجب الرد ہیں اور پہلی قسم ما منہ میں داخل ہوکر مقبول ہے یہ قاعدہ کلیہ ہے بدعت اور سنت کے پہچاننے کا اس سے تمام جزئیات کا حکم مستنبط ہو سکتا ہے اور ان دو قسموں میں ایک اور فرق عجیب ہے وہ یہ ہے کہ پہلی قسم کے تجویز کرنیوالے خواص یعنی علماء ہوتے ہیں اور اسمیں عوام تصرف نہیں کرتے اور دوسری قسم کے تجویز کنندہ عوام کالانعام ہوتے ہیں اور وہی اسمیں

بدعت اور سنت میں ایک عجیب فرق

ہمیشہ تصرفات کیا کرتے ہین چنانچہ مولد شریف کی مجلس کو ایجاد بھی ایک بادشاہ نے کیا ہی کہ اُسکا شمار عوام ہی مین ہی اور عوام ہی اب تک اُسمین تصرفات بھی کر رہے ہین چنانچہ چند روز سے اُسمین ایک اور ترقی ہوئی ہی کہ اُسمین عید منانے لگے ہین اور اُسکا نام رکھا ہے عید میلاد النبی پرانی رسم مولد کے متعلق تو علمائے مستقل رسائل لکھے ہین جیسے براہین قاطعہ وغیرہ اور احقر نے بھی اصلاح الرسوم مین مفصل بحث لکھی ہی لیکن اس نئی رسم کے متعلق جسکا نام عید میلاد النبی رکھا گیا ہی اب تک کوئی رسالہ نظر سے نہین گذرا اگرچہ اجمالاً مینے گذشتہ دو سال کے دو وعظ مین اسکا کچھ بیان کیا ہی جو طبع ہو گیا ہے لیکن مفصل بحث اسکے متعلق نہین کیگئی آج ہی کے متعلق بیان کرنیکا ارادہ ہی لیکن تمہید مین دیر ہوگئی خیر مقصود اکثر مختصر ہی ہوتا ہے اسلیے اسمین زیادہ دیر نہوگی لیکن اتنا مختصر بھی نہوگا کہ کوئی پہلو رہ جائے - جاننا چاہیے کہ عید میلاد النبی کے نام سے جو ایک رسم شائع ہوئی ہی اسکے متعلق دو کلام ہین ایک تو اس کے نامشروع ہونیکے متعلق دلائل دوسرے مخالفین کے دلائل کا جواب اسکے بعد سمجھیے کہ شریعت کے دلائل چار ہین کتاب - سنت - اجماع - قیاس انشاء اللہ چارون سے گفتگو کی جاویگی اول کتاب اللہ کو لیجیے حق تعالی ارشاد فرماتے ہین ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین مالم یاذن بہ اللہ یعنی کیا اُنکے لئے شرکاء ہین کہ اُنھون نے اُنکے لئے دین کی وہ بات مقرر کردی جسکی اللہ تعالی نے اجازت نہین دی - یہ آیت صاف بتلا رہی ہے کہ دین کی بات بدون اذن الٰہی یعنی بدون دلیل شرعی کسی کو مقرر کرنا مذموم و مستنکر ہے یہ تو کبری ہی اور صغری یہ ہے کہ عید میلاد النبی دین ہی کی بات سمجھکر بلا دلیل مقرر کیگئی ہے اور دلیل نہونا جزئیاً تو ظاہر ہے کہ یہ امر شریعت مین نہین ہے امر مستحدث ہی اگر احتمال ہی تو اسکا ہی کہ کسی کلیہ مین داخل کرتے ہونگے مفصل گفتگو تو اُن کلیات کی جسمین یہ داخل ہو سکتی ہی آگے آویگی باقی مجملاً یہ سمجھ لینا چاہیے کہ سبب داعی اس کا قدیم ہے خواہ وہ فرح ہو یا اظہار شوکت اسلام ہو کہ وہ بھی قدیم ہے بہرحال ان مین سے جو بھی سبب ہو تو ہم یہ کہتے ہین کہ جبکہ یہ سبب حضور اور صحابہ و خیر القرون کے زمانہ مین بھی موجود تھا اور وہ حضرات قرآن و حدیث کو خوب سمجھنے والے تھے اور ایسا سمجھتے تھے کہ اُسکو دیکھکر اب اجتہاد کو جائز نہین رکھا گیا پس جب مسلم ہو چکا کہ وہ کتاب و سنت کو ہم سے زیادہ سمجھنے والے تھے اور یہ سبب بھی اُسوقت موجود تھے یعنی اظہار فرح اور شوکت اسلام کی اُسوقت بھی ضرورت تھی بلکہ اُسوقت سے زیادہ ضرورت تھی مگر اُن حضرات نے اس پر عمل نہین کیا پس معلوم ہوا کہ کسی کلیہ مین داخل کرنا اسکا صحیح نہین اور یہ بالکل امر مستحدث اور جدید ہے کہ جسکی کچھ اصل نہین اور

بدعت کی حقیقت یہی ہے کہ غیر دین کو دین سمجھکر کیا جاوے اور اسکو یہ لوگ دین سمجھتے ہین پس یہ بدعت
واجب الترک ہے یہ تو قرآن مجید سے اسکے متعلق کلام تھا - اب حدیث لیجئے حضور ارشاد فرماتے
ہین من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد یعنی جو شخص ہمارے اس دین مین نئی شے نکالے
جو اسمین سے نہین پس وہ واجب الرد ہے جو تقریر آیت کے ذیل مین لکھی گئی ہے وہی یہان بھی ہے اور مراد
نئی شے سے وہ ہے جسکا سبب قدیم ہو اور پھر اسوقت معمول بہ نہوئی ہو باقی سبب جدید ہو اور نیز وہ
موقوف علیہ کسی مامور بہ کی ہو وہ ما منہ مین داخل ہو کر واجب ہے - اور دوسری حدیث لیجئے مسلم کی
روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تختصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی ولا تختصوا
یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصومہ احدکم یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شب جمعہ کو اور راتون مین سے شب بیداری کیساتھ خاص مت کرو اور یوم
جمعہ کو ایام مین سے روزہ کیساتھ خاص مت کرو مگر یہ کہ ان مین کوئی تم مین پہلے سے روزہ رکھتا
ہو اس حدیث سے یہ قاعدہ کلیہ نکلا کہ جو تخصیص منقول نہو وہ منہی عنہ ہے یہ دوسری بات ہے کہ جمعہ کے
روز روزہ رکھنا کیسا ہے ہمارے علماء نے دوسری دلیل مستقل سے جواز کا حکم دیا ہے اور نہی کو عارضی کہا ہے
اسوجہ سے کہ روزہ رکھکر وظائف جمعہ سے ضعیف نہو جاوے یہ فرعی گفتگو ہے یہان تو صرف اس قاعدہ
کلیہ کا مستنبط کرنا مقصود ہے سو اس قاعدہ کی صحت مین مجوزین صوم جمعہ کو بھی کلام نہین ہے غرض یہ قاعدہ
کلیہ کہ تخصیص غیر منقول دین کے اندر جائز نہین صحیح ہے یہ تو کبری ہے اب خاص یوم ولادت کو عید منانے کی
تخصیص دیکھئے کہ یہ تخصیص کیسی ہے ظاہر ہے کہ منقول نہین ہے اور نہ تخصیص عادی ہے بلکہ اسکو دین کی بات سمجھے
ہین چنانچہ اسکے تارک کو ملامت کرتے ہین اور بد دین سمجھتے ہین اگر تخصیص عادی ہوتی تو ملامت نہ
کرتے اور نہ اسکو بد دین جانتے جیسے کسی کی عادت ململ پہننے کی ہو تو اسکے تارک کو ملامت نہین
کرتے بہر حال اس کو دین سمجھتے ہین پس یہ تخصیص دین مین ہوئی اور غیر منقول ہوئی یہ صغری ہوا اور کبری
اول آچکا ہے نتیجہ ظاہر ہے کہ یہ تخصیص ناجائز ہے بلکہ اگر غور کیا جاوے تو مقیس علیہ یعنی یوم جمعہ سے
بھی یہ بڑھکر ہے اسلئے کہ یوم جمعہ کے فضائل تو احادیث مین صراحۃً وارد بھی ہین اور یوم ولادت کی
کوئی فضیلت صراحۃً وارد نہین گو قواعد سے فی نفسہ یوم ولادت مین برکت اور فضیلت کیسے سبب ہی
مسلمان قائل ہین ایسا کون ہوگا جو اس دن بلکہ اس ماہ کی برکت کا قائل نہو چنانچہ سیوطی رح یا علی قاری اس ملد

حدیث اول -

حدیث دوم

کی فضیلت مین فرماتے ہین ؎ لھذا الشہر فی الاسلام فضل ؁ ومنقبۃ تفوق علی الشہور ؁ ربیع فی ربیع فی ربیع ؁ و نور فوق نور فوق نور۔ اور مین اس پر اضافہ کر کے کہتا ہون ؎ ظہور فی ظہور فی ظہور ؁ سرور فی سرور فی سرور۔ اور اسمین دو پچھلے واعظون کا نام بھی آگیا نور اور ظہور اور آج کے بیان کا نام السرور رکھتا ہون اسمین وہ بھی آگیا پس فی نفسہ برکت اور فضیلت کا انکار نہین گفتگو اسمین ہی کہ جیسے جمعہ کے فضائل تصریحاً وارد ہین ایسے یوم ولادت کے نہین پس جسکے فضائل منصوص ہون جب اُسکی تخصیص ناجائز ہے تو جسکے فضائل منصوص نہین جب اُسکی تخصیص کیسے جائز ہوگی بعض لوگون نے دعوی کیا ہے کہ یوم ولادت کی فضیلت بھی حدیث مین آئی ہے چنانچہ آیا ہے کہ حضور دوشنبہ کے روز روزہ رکھا کرتے کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ اس دن روزہ کیون رکھتے ہین فرمایا ولدت یوم الاثنین یعنی مین پیر کے دن پیدا ہوا ہون تو اسکا جواب انشاء اللہ تعالیٰ بتفصیل دلائل کے ذیل مین آویگا۔ اور تیسری حدیث سُننے نسائی نے روایت کیا ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجعلوا قبری عیدا وصلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم ترجمہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری قبر کو عید مت بناؤ اور مجھ پر درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود میرے پاس پھونچیگا جہان کہین تم ہوگے اس حدیث مین غیر عید کو عید منانے کی بالتخصیص ممانعت ہی شاید کوئی اسمین شبہ کرے کہ حضور کی قبر پر تو سب جمع ہوتے ہین جواب یہ ہی کہ جانا تو جائز ہے لیکن عید کے طرز پر جمع ہونا منہی عنہ ہے مطلب یہ ہی کہ عیدین جیسے جمع ہوتے ہین اسطرح میری قبر پر جمع مت ہو اور عیدین مین اسطرح جمع ہوتے ہین کہ اُنکی تاریخ معین ہوتی ہی اور نیز اسمین تداعی یعنی اسکا ایک اہتمام ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو وہان جمع ہونے کیلئے بلاتا ہے پس اسطرح جمع ہونیکی ممانعت ہی اور اتفاقی اجتماع سے ممانعت نہین ہی چنانچہ روضۂ اقدس کی زیارت کیلئے جو جاتے ہین تو اُنمین یہ دونون امر نہین ہین اُنکی کوئی تاریخ خاص معین نہین ہی بلکہ آگے پیچھے کیفما اتفق قافلے جاتے ہین اور زیارت کر کے چلے آتے ہین اور نہ کچھ اہتمام ہے کہ سب کا اجتماع ضروری سمجھا جاتا ہو بہرحال اس حدیث سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ قبر شریف پر بطور عید کے جمع ہونا ناجائز ہے پس جس طرح عید مکانی ممنوع عنہ ہی اسی طرح عید زمانی بھی منہی عنہ ہوگی اب رہ گئی یہ بات کہ اسکے بعد صلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم بڑھانے سے تو اجتماع کا عدم جواز ہی مفہوم ہوتا ہے جیسا علت فان صلوتکم ظاہراً اس پر دال ہے اور شراح نے

مختلف توجیہات اسکی کی ہین میرے ذہن مین سب سے اقرب توجیہ اسکی یہ آتی ہی کہ اس سی مقصود یہ ہی کہ اس نہی لا تجعلوا مین اہل بدعات یہ عذر کر سکتے تھے کہ ہم تو صلوٰۃ یعنی درود شریف پڑہنے کیلئے حضور کے روضۂ اقدس پر جمع ہوتے ہین اور صلوٰۃ مامور بہ ہے تو ہمارا اجتماع جائز ہوگا تو حضور اس شبہ کا جواب دیتے ہین اور اس احتمال کا استیصال فرماتے ہین کہ درود شریف یہان آنے پر موقوف نہین ہے جہان کہین تم ہوگے درود شریف میرے پاس پہونچتا ہی اسلئے یہ عذر غیر موجہ ہے اور اس سی ایک بہت بڑی بات مستنبط ہوتی ہی کہ صلوٰۃ جسکے بعض افراد مندوب اور بعض واجب اور بعض فرض ہین جب اُس کیلئے عید کے طرز پر جمع ہونا جائز نہین ہی تو کسی اور غرض مخترع کیلئے جمع ہونا تو کیسے جائز ہوگا لیکن اس سے کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ خود زیارت کیلئے جانا بھی جائز نہین اسلیے کہ وہان جب جاتے ہین تو مقصود اصلی صلوٰۃ نہین ہی بلکہ زیارت مقصود ہے اور وہ بدون حضور قبر ہر جگہ ممکن نہین اور زیارت کا مندوب ہونا دوسری روایات سے ثابت ہوتا ہی بلکہ قرآن شریف سے بھی اُسکا استحباب معلوم ہوتا ہی چنانچہ ارشاد حق ہے ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما ترجمہ یہ ہے کہ جب ان لوگون نے اپنے نفسون پر ظلم کیا تہا یعنی معاصی ان سی سرزد ہوئے تھے اگر اسوقت یہ لوگ آپکی خدمت مین آتے اور وہان آکر اللہ تعالیٰ سی مغفرت طلب کرتے اور رسول یعنی آپ بھی انکے لیے دعائے مغفرت فرماتے تو بیشک اللہ تعالیٰ کو توبہ کا قبول کرنیوالا اور رحم فرمانیوالا پاتے اور جاؤک (آپکے پاس آتے) یہ عام ہے خواہ حیات مین ہو یا بعد الممات ہو اس سی زیارت کا مندوب ہونا بلکہ تاکد معلوم ہوتا ہے اور اس پر بشارت ہی کہ وہان حاضر ہو کر توبہ کرنے سے توبہ قبول ہوتی ہی ایک لطیفہ یاد آیا کہ کانپور کے ایک مدرسہ مین بچون کا امتحان ہو رہا تہا انکو چہل حدیث یاد کرائی گئی تھی ممتحنین مین ایک صاحب اہل ظاہر[ع] بھی تھے حدیث یہ آئی من حج ولم یزرنی فقد جفانی یعنی جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اُس نے میرے ساتھ بیمروتی کی وہ صاحب کہنے لگے کہ یہ حدیث تو حیات کیساتھ مخصوص ہے بچہ کیا جواب دیتا وہ آگے پڑہنے لگا اتفاق سے اس کے بعد یہ حدیث تھی من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی یعنی جسنے میری زیارت میری وفات کے بعد کی تو گویا اُسنے میری زندگی مین میری زیارت کی ایک مولوی صاحب اُنکے پاس بیٹھے تھے اُنھون نے فوراً کہا کہ

زیارت قبر شریف کا باعث قربت اور [illegible] مستحب ہونا

ع اہل ظاہر کہتے ہین کہ زیارت قبر نبوی کیلئے سفر کرانا ناجائز ہے ۱۲-

مولانا آپکا جواب ہوگیا دیکھئے اسمین صاف ارشاد ہے کہ جو بعد ممات کے زیارت کرے وہ ایسا ہی ہے جیسے حیات مین زیارت کی اور زیارت فی الحیوٰۃ کی مشروعیت کو آپ بھی مانتے ہین۔ بہرحال وہان زیارت کیلئے جاتے ہین صلوٰۃ سفر سے مقصود بالذات نہین اور زیارت کی کوئی تاریخ معین نہین ہے اور نہ اہتمام عید کا سا ہے پس اُسکی ممانعت نہین اسی طرح اور بھی جن حدیثون سے بعض لوگون نے اسکی ممانعت سمجھی ہے اُن کو غلط فہمی ہوئی ہے زیادہ تر ایسے لوگ اس حدیث کو پیش کیا کرتے ہین لاتشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد المسجد الحرام ومسجدی ہذا والمسجد الاقصیٰ یعنی کجاوے مت باندھو مگر تین مسجدون کیطرف مسجد حرام و مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ تقریر اُنکے استدلال کی یہ ہے کہ حضور نے سفر کی ممانعت فرمائی ہے مگر ان تین مسجدون کیجانب پس معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ اگر سفر کرکے جاوے تو مسجد کی نیت سے جاوے روضہ اقدس کا قصد نہ کرے کہ وہ ان ثلثہ کا غیر ہے یہ ہے تقریر اُنکے استدلال کی جواب یہ ہے کہ اصل یہ ہے کہ مستثنیٰ جنس مستثنیٰ منہ سے ہو یہان مستثنیٰ مساجد ہین پس مستثنیٰ منہ بھی مسجد ہی ہونا اصل ہے کہ وہی جنس قریب ہے پس تقریر کلام کی ہوگی لاتشد الرحال الی مسجد الا الثلثۃ مساجد یعنی کسی مسجد کیطرف سفر کرکے مت جاؤ مگر ان تین مسجدون کیطرف پس قبر شریف سے اس حدیث مین کوئی تعرض ہی نہین اُسکی زیارت کا تاکد بحالہ دوسری احادیث سے ثابت ہے اور ان تین مسجدون کی تخصیص اسلئے فرمائی کہ ان مین مضاعفت اجر کی منصوص ہے اور کسی مسجد کیلئے منصوص نہین ہے پس حاصل حدیث کا یہ ہے کہ ثواب کی زیادتی کے اعتقاد سے کسی مسجد کیطرف سفر نہ کرو اسلئے کہ کسی مسجد کیلئے زیادتی ثواب کی منقول نہین ہے بہرحال خاص زیارت قبر شریف کے قصد سے بھی سفر کرنا مندوب ہے چوتھی حدیث یہ ہے کہ عید کے روز کچھ لڑکیان کھیل رہی تھین اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف اور اُنھون نے اُن لڑکیونکو ڈانٹا حضور نے فرمایا ان لکل قوم عیدا وھذا عیدنا یعنی اے عمر منع نہ کرو ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے اس حدیث مین علت اُنکے کھیلنے کے اباحت کی یہ فرمائی کہ یہ ہماری عید ہے ایمین جواز لعب کو یوم عید ہونے سے معلل فرمایا گیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم عید کیساتھ خاص ہے سو اگر ہر شخص کو عید بنانا جائز ہو تو ہر روز ایسا لعب جائز ہوجاویگا اور تخصیص منصوص باطل ہوجاویگی جس سے کلام شارع کا الغا لازم آویگا یہ تو قرآن و حدیث سے ممانعت اس عید مخترع کی ثابت ہوئی

مقصود حدیث شریف کا نفی ہے اعتقاد زیادتی ثواب [illegible]

حدیث چہارم

تقریر اجماع

اب رہا اجماع سو اس سے بھی ثابت ہے تقریر اسکی یہ ہے کہ قاعدہ اصولیہ ہے کہ تمام امت کا کسی امر کے ترک پر
متفق ہونا یہ اجماع ہوتا ہے اُسکے عدم جواز پر چنانچہ فقہا نے جابجا اس قاعدہ سے استدلال کیا ہے
جسطرح سے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل کو ہمیشہ ترک کرنے سے استدلال
کرتے تھے مثلاً وہ فرماتے ہین کہ حضور نے عید کی نماز پڑہی لیکن اُسمین اذان اور تکبیر نہین تہی تو جس طرح جسشے
کو تمام امت نے ترک کردیا ہو وہ واجب الترک ہے اسی بنا پر فقہا نے صلوۃ عیدین مین بلا اذان و تکبیر کہا ہے پس اگر
یہ قاعدہ مسلم نہوتا تو آج سے عیدین مین اذان اور تکبیر کا بھی اضافہ کردینا چاہیے اور اگر مسلم ہے تو اس قاعدہ سے
اور جگہ بھی کام لو اس پر ایک یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ تمام امت نے عید میلاد النبی کو ترک نہین کیا اسلیے کہ ہم
اسی تو آخر ہم بھی ہین سو ہم اسکو کرتے ہین پس اجماع کہان رہا جواب اسکا یہ ہے کہ اصول فقہ کا قاعدہ مسلمہ ہے
کہ اختلاف متاخر اتفاق متقدم کا رافع نہین ہے یعنی جس امر پر تمام امت کا اتفاق زمانہ سابق مین متحقق
ہوچکا ہو اب اس اتفاق کو بعد کا اختلاف نہ اٹھاویگا پس جبتک تم لوگون نے اسکو ایجاد نہین کیا تہا
اُسوقت تک تو امت کا اسکے ترک پر اتفاق تہا اب وہ اتفاق مرتفع نہین ہوسکتا اس قاعدہ کی ایک جزئی
اور ہے کہ علماء حنفیہ نے نماز جنازہ کا تکرار جائز نہین کہا اور دلیل یہی لکھی ہے کہ صحابہ اور تابعین سے ثابت نہین
غرض یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ امت کا کسی امر کو ترک کرنا اسکے عدم جواز کی دلیل ہے پس بفضلہ تعالیٰ اجماع

تقریر دلیل قیاس

امت سے بھی ثابت ہوگیا کہ یہ عید بدعت اور امر مخترع واجب الترک ہے ۔ اب رہا قیاس تو قیاس کی دو
قسمین ہین ایک تو وہ قیاس جو مجتہد سے منقول ہو اور ایک وہ جو مجتہد سے منقول نہو اور یہ قاعدہ کہ غیر
مجتہد کا قیاس مقبول نہین ہے یہ اُن واقعات مین ہے کہ جو مجتہدین کے زمانہ مین پائے گئے ہین اور جو نئے
واقعات پیش آوین اُنمین قیاس غیر مجتہد کا معتبر ہے چنانچہ جس قدر نئی تجارتین اور ایجادات اس زمانہ
مین ہوئی ہین سب کا حکم قیاس سے ہی ثابت ہوتا ہے مع ہذا ہم خود قیاس نہین کرتے اسلیے ہمکو قیاس کرنیکی ضرورت

[illegible]

تو جب تہی جبکہ سلف کے کلام مین اس سے تعرض نہوتا اسلیے کہ اُن حضرات کا قیاس ہمارے قیاس پر مقدم
ہے اور اُنکے کلام مین اس سے تعرض ہے چنانچہ تعید شیطان و صراط مستقیم مین بہت روز شور سے اس پر
گفتگو کی ہے اور فیصلہ کیا ہے کہ کسی زمان یا مکان کو عید بنانا ممنوع ہے اُسمین کی کسیقدر ضروری عبارت اشاعت کیواسطے
آخر مین کردیجاویگی (چنانچہ اب ایسا ہی کیا گیا) پس قیاس سے بھی اس عید کا ناجائز ہونا ثابت ہوا۔ یہ تو ہمارے
دلائل تھے ۔ اب مجوزین عید کے دلائل کی تقریر اور اُنکا جواب سُنئے اور اُنکی طرف سے استدلال کی

مینے اس احتمال سے کر دی ہے کہ شاید ان میں سے کبھی کوئی انسے استدلال کرنے لگے ورنہ مینے یہ دلائل ان سے منقول نہیں دیکھے بلکہ وہ تو اگر بیسون بھی کوشش کریں تو انکو ایک دلیل بھی میسر نہو اسی واسطے جی تو نہ چاہتا تھا کہ انکو دلائل دئے جاوین لیکن صرف اسوجہ سے کہ کسی کو کوئی گنجائش نہ رہے اسلئے مین ان دلائل کو بھی مع جواب نقل کئے دیتا ہون اول وہ آیت قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا سے استدلال کر سکتے مین کہ اس آیت سے فرحت کا مامور بہ ہونا ثابت ہوا اور یہ عید بھی اظہار فرحت ہے لہذا جائز ہے جواب ظاہر ہے کہ اس آیت سے نفس فرحت کا مامور بہ ہونا نکلا اور گفتگو اس ہیئت خاص مین ہے لہذا اس آیت سے اسکو کوئی مس نہین اور اگر اس کلیہ مین داخل کرنا اسکا صحیح ہو تو فقہا نے کتب فقہ مین جن بدعات کو روکا ہے وہ بھی کسی نہ کسی ایسے ہی کلیہ مین داخل ہو سکتی ہین چاہیے کہ وہ بھی جائز ہو جاوین حالانکہ کتب فقہ جو مسلم عند الفریقین ہین انمین انکی ممانعت مصرحاً مذکور ہے اور اہل بدع کو ہمیشہ یہ دہوکہ ہوتا ہے اور یا تجاہل ہے کہ یہ سمجھتے مین کہ ہمارے اور اہل حق کے قضیہ کا موضوع ایک ہے اسی بنا پر اہل حق پر اعتراض کر دیتے ہین چنانچہ یہان بھی مغالطہ ہے ہم جس بات کو ناجائز کہتے ہین وہ ہیئت خاصہ ہے اور جو فرحت آیت فلیفرحوا سے ثابت ہوتی ہے وہ فرحت مطلقہ ہے پس یہ یون سمجھتے ہین کہ یہ لوگ فرحت کو منع کرتے ہین حالانکہ یہ صحیح نہین بلکہ اگر غور سے کام لیا جاوے تو ہم اس فرحت پر زیادہ عمل کرتے ہین اسلئے کہ یہ موجدین عید تو سال بھر مین ایک ہی مرتبہ خوش ہوتے ہین اور درمیان مین انکی فرحت منقطع ہو جاتی ہے اور ہم ہر وقت خوش ہین پس جو فرح کو منقطع کر دین وہ آیت کے تارک ہین ہم تو کسی وقت بھی قطع نہین کرتے پس ہم بفضلہ تعالیٰ آیت پر بھی ہر وقت عمل کرتے ہین اور دلائل منع بدعات پر بھی عامل ہین اور اہل بدعات کو دونو امر نصیب نہین ہین خلاصہ یہ ہوا کہ فرح مامور بہ کے تین درجہ ہین افراط۔ تفریط۔ اعتدال۔ تفریط تو یہ ہے کہ تحدید بالحاء المہملہ کر دین کہ فلان وقت پر یہ فرح ختم ہو گئی جیسا بعض خشک مزاجون کے کلام سے مترشح ہو گیا ہے اور افراط یہ ہے کہ فرح کو جاری رکھین مگر حدود شرعیہ سے تجاوز کرین جیسا اہل تجدید بالجیم المعجمہ کا طریق متعارف ہو گیا اور اعتدال اداء ہم مین ہے پس ہم نہ محدد ہین نہ مجدد بلکہ مدیم ہین فللہ الحمد علی ذلک ۔ دوسرا استدلال موجدین کا اس حدیث سے ہو سکتا ہے کہ جب ابولہب نے حضور کی ولادت کی خبر سنی تو خوشی مین آکر ایک باندی

عہ اسلئے کہ اہل نسبت ایمان کی بشاشت اور اسکے ذوق سے ہر وقت مخمور رہتے ہین اور اہل حق ہی مین بہت سے افراد اس دولت سے مشرف ہین وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء وھذا ھو الفرح المامور بہ کما مر فی تفسیر الآیۃ ۱۲ جامع

آزاد کردی تھی اور اس پر عقوبت مین تخفیف ہوگئی پس معلوم ہوا کہ ولادت پر فرح جائز و موجب برکت ہے جواب اسکا بھی ظاہر ہے کہ ہم نفس فرحت کے منکر نہین ہین بلکہ اُس سرور وقت عالی ہین گفتگو تو ہیئت کذائیہ مین ہے۔ تیسرا استدلال اس آیت سے ہوسکتا ہے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہین واذ قال الحواریون یعیسی بن مریم ہل یستطیع ربک ان ینزل علینا مائدۃ من السماء الیٰ قولہ ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاولنا واخرنا وایۃ منک یعنی یاد کرو اس وقت کو جبکہ حواریون نے کہا کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل فرماوین عیسیٰ علیہ السلام کی یہان دعا تک کہ اے اللہ ہم پر آسمان سے خوان نازل فرما کہ وہ ہمارے لئے عید بن جاوے ہمارے پہلون کیلئے اور ہمارے پچھلون کیلئے اور ایک نشانی قدرت کی ہو آپکی طرف سے اس آیت سے معلوم ہوا کہ عطاء نعمت کی تاریخ کو عید بنانا جائز ہے اور ہمارے اصول مین یہ طے ہوچکا ہے کہ امم سابقہ کے شرائع اگر حق تعالیٰ ہمپر نقل فرما کر اُن پر انکار نفرماوین تو وہ ہمارے لئے حجۃ ہین اور یہان کوئی انکار نہین پس معلوم ہوا کہ عطاء نعمت کی تاریخ کو عید بنانا جائز ہے اور حضور کی ولایت ظاہر ہے کہ نعمت عظیمہ ہے پس آپکی تاریخ ولادت کو عید بنانا جائز ہوگا جواب اسکا یہ ہے کہ یہ ضروری نہین کہ اس امر پر انکار اُسی جگہہ ہو جہان وہ منقول ہے دیکھئے۔ واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم مین سجدہ تحیۃ منقول ہے اور سجدہ تحیۃ و سجدہ تعظیمی ہماری شریعت مین منسوخ ہوچکا لیکن یہان اُسپر انکار منقول نہین اس کیلئے دوسرے دلائل ہین اسی طرح یہان سمجھئے کہ جو آیات و احادیث ہمنے عید بنانے کی ممانعت مین اپنے دلائل مین بیان کی ہین وہ اسپر انکار کیلئے کافی ہین یہ جواب تو اس تقدیر پر ہے جبکہ آیت کے معنی یہی ہون جو مستدل اسکے بیان کرتے ہین ورنہ اس آیت سے یہ ثابت ہی نہین ہوتا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا مطلب تھا کہ نزول مائدہ کی تاریخ کو عید بناوین اسلئے کہ تکون مین ضمیر مائدہ کیطرف راجع ہے پس اُس سے یوم نزول المائدہ لینا مجاز ہوگا اور یہ قاعدہ ہے کہ جبتک حقیقی معنی بن سکین مجاز کیطرف رجوع نکیا جاویگا پس معنی یہ ہین تکون المائدۃ سرورا لنا یعنی وہ مائدہ ہمارے لئے سرور کا باعث ہو جاوے عید کے معنی متعارف نہین ہین بلکہ عید کا اطلاق مطلق سرور پر بھی آتا ہے یہ کیا ضرور ہے کہ جہان کہین لفظ عید آوے اس سے عید میلاد النبی ہی مراد ہو جیسے حضرات شیعہ کے نزدیک جہان کہین م۔ت۔ع آتا ہے اُس سے متعہ کا جواز ہی نکال لیتے ہین اُنکے نزدیک گویا شیخ سعدی کے شعر تمتع زہر گوشہ یافتم سے بھی متعہ نکلتا ہے اور آیت ربنا استمتع

تیسرا استدلال از آیۃ اذ قال الحواریون الخ مع جواب

بعضنا ببعض کے بھی یہی معنی ہین کہ اے رب ہمارے ہمارے بعض نے بعض سے نفع لیا ہے ایسے ہی ان حضرات کے نزدیک جہان کہین ع ۔ ی ۔ د آوے اُس سے عید میلاد یعنی کا جواز ثابت ہوتا ہے چوتھا استدلال

چوتھا استدلال مع جواب

اس قصہ سے ہو سکتا ہے کہ حدیث مین آیا ہے کہ جب آیت الیوم اکملت لکم دینکم الخ نازل ہوئی تو ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے کہا کہ اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ آیت عید کے ہی دن نازل ہوئی ہے یعنی یوم جمعہ اور یوم عرفہ کو نازل ہوئی ہے اور ترمذی مین ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر مین فرمایا ہے نزلت فی یوم جمعۃ و یوم عرفۃ یہ حدیث کا مضمون ہے تقریر استدلال کی اس حدیث سے یہ ہے کہ حضرت عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عید بنانے پر انکار نہین فرمایا معلوم ہوا کہ عطائے نعمت کی تاریخ کو عید بنانا جائز ہے اگرچہ یہ استدلال اُنکو قیامت تک بھی نہ سوجھتا لیکن ہم نے تبرعاً نقل کیا ہے کہ اُنکو اسمین بھی گنجایش ہو سکتی ہے اسکے دو جواب ہین ایک جواب تو یہی ہے کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ انکار نہین کیا تو یہ کیا ضرور ہے کہ انکار یہان ہی منقول ہو چنانچہ ہمارے فقہا نے تعریف یعنی یوم عرفہ مین حجاج کے مشابہت سے جمع ہونے پر انکار فرمایا ہے یہ تو ضروری نہین ہے کہ اسی مقام پر انکار کرین نیز حضرت ابن عباس نے تحصیب کو لیس بشیٔ کہا ہے حالانکہ وہ منقول بھی ہے مگر صرف عادت کو عبادت سمجھنے سے انہون نے یہ انکار فرمایا تو غیر منقول کو قربت سمجھنا تو اُنکے نزدیک زیادہ منکر ہوگا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انکار اجماع علی شجرۃ الحدیبیہ پر مشہور ہی ہے پس دونون حضرات کا انکار ایسے امور پر ثابت ہو گیا گو ہر ہر مقام پہ منقول نہو ۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ شخص مسلمان نہ تھا یہودی تھا اُسکو خاص طور پر الزامی جواب دیا کہ ہمارے یہان تو پہلے سے عید ہے بلکہ اس جواب سے خود معلوم ہوتا ہے کہ عید بنانا جائز نہین یعنی مطلب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ہے کہ ہماری شریعت مین چونکہ تعیید جائز نہین ہے اسلئے ایسے عوارض سے ہم کسی دن کو اپنی طرف سے عید نہین بنا سکتے تھے مگر خدا تعالی نے پہلے ہی سے اُس یوم کو عید بنا دیا ۔

پانچواں استدلال مع جواب

پانچوان استدلال اس حدیث سے وہ کر سکتے ہین کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر کے دن روزہ رکھا کسی نے وجہ پوچھی تو یہ ارشاد فرمایا ذلک الیوم الذی ولدت فیہ یعنی مین اس دن پیدا ہوا ہون اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یوم الولادۃ عبادت اور قربت کا دن ہے اور فرحت و سرور علی الولادۃ قربت ہے لہذا یہ جائز ہے اسکے بھی دو جواب ہین اول تو یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم نہین

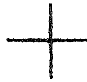
کرتے کہ یوم ولادۃ ہونا علت روزہ رکھنے کی ہی اسلئے کہ دوسری حدیث مین اسکی علت یہ منقول ہی کہ
حضور نے فرمایا جمعرات اور پیر کو نامہ اعمال پیش ہوتے ہین تو میرا جی چاہتا ہے کہ میرے اعمال روزہ کی
کیحالت مین پیش ہون اس سے صاف معلوم ہوا کہ علت صوم کی عرض اعمال ہی پس جب یہ علت ہوئی تو ولادۃ
ذکر فرمانا محض حکمت ہوگا اور مدار حکم کا علت ہوتی ہی اب آپ لوگ جو دیگر قربات کو قیاس کرتے ہو
تو تمنے حکمت کو اصل علت ٹہرا دیا حالانکہ حکمت کیساتھ حکم دائر نہین ہوتا - دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم
تسلیم کرتے ہین کہ علت حکم کی یہی ہی لیکن علت کی دو قسمین ہین ایک وہ علت جو اپنے مورد کیساتھ خاص
ہو - اور ایک وہ جسکا تعدیہ دوسری جگہہ بھی ہوا گر یہ علت متعدیہ ہی تو کیا وجہ ہے کہ اس مین تلاوت
قرآن اور اطعام طعام وغیرہ ہمارے کیون منقول نہین اور نیز مثل صوم یوم الاثنین کے کہ یوم ولادت ہے
تاریخ ولادت مین بھی کہ ۱۲ ربیع الاول ہی روزہ رکھنا چاہئے دوسرے یہ کہ نعمتین اور بھی ہین مثلاً ہجرت
فتح مکہ معراج وغیرہا آپنے انکی علت سے کوئی عبادت کیون نہ فرمائی پس اس سے معلوم ہوا کہ علت اگر ہے
تو عام ہے بلکہ اسی مقام کیساتھ خاص ہی - اور اصل مدار روزہ رکھنے کا وحی ہی باقی حکمت کے طور پر ولادۃ کو
ذکر فرمایا ورنہ دوسری نعمتون کے دن بھی روزہ و تعیید چاہئے اور اگر اسپر کہا جاوے کہ تخصیص یوم ولادت کی
وجہ یہ ہے کہ یہ اصل ہی تمام نعمتون کی پس ولادۃ اور ہجرت وغیرہ مین یہ فرق ہی اس فرق کی وجہ سے یہ
تخصیص کیگئی تو ہم کہتے ہین کہ حمل اسکی بھی اصل ہی اسکو اصل ٹہرانا چاہئے پھر حیرت یہ ہے کہ یوم الولادت
دوشنبہ کے روز تو عید نہ کرین اور تاریخ الولادت یعنی ۱۲ ربیع الاول کو عید منا دین یوم الاثنین مین تو حضور
نے ایک عبادت بھی کی ہی اور تاریخ ولادت مین تو کچھ بھی منقول نہین ہی پس اس دلیل کا مقتضی تو یہ تھا
کہ ہر پیر کو عید کیا کرین غرض اس حدیث سے بھی مدعا موجدین عید کا ثابت نہین ہوتا یہ تو ان حضرات کے
نقلی دلائل تھے اب ہم اس بات مین عقلی گفتگو کرتے ہین اس لئے کہ ان لوگون مین بعضے عقل پرست
بھی ہین اور وہ اس عید مین کچھ عقلی مصلحتین پیش کیا کرتے ہین جو راجع ہین ملک اور قوم کیطرف اسلئے ہم
اس طرز پر بھی اس مسئلہ کو بیان کئے دیتے ہین جاننا چاہئے کہ جسقدر عبادات شارع علیہ السلام نے
مقرر فرمائی ہین انکے اسباب بھی مقرر فرمائے ہین اور اس اعتبار سے مامور بہ کی چند قسمین نکلتی ہین اول
تو یہ کہ سبب مین تکرار ہو یعنی سبب بار بار پایا جاتا ہو سبب کے مکرر ہونے سے مسبب بھی مکرر پایا جاویگا
مثلاً وقت صلوٰۃ کیلئے سبب ہے پس جب وقت آویگا صلوٰۃ بھی واجب ہوگی اسی طرح صیام رمضان

کیلئے شہود شہر سبب ہے جب شہود شہر ہوگا صوم واجب ہوگا اور عید کیلئے فطر اور اضحیہ کیلئے یوم اضحیہ بھی اسی
باب سے ہے دوسری قسم یہ ہے کہ سبب بھی ایک اور سبب بھی ایک جیسے بیت اللہ شریف حج کیلئے چونکہ سبب
ایک ہے اسلئے مامور بہ یعنی حج بھی عمر بھر میں ایک ہی فرض ہے یہ دونوں قسمیں تو مدرک بالعقل ہیں اسلئے کہ عقل بھی
اسی کو مقتضی ہے کہ سبب کے تکرار اور توحد سے مسبب متکرر اور متوحد ہو تیسری قسم یہ ہے کہ سبب ایک ہو اور
مسبب کے اندر تکرار ہو جیسے حج کے طواف میں رمل کا سبب اراءۃ قوت تھی اب اراءۃ قوت تو ہے نہیں
اسلئے کہ قصہ اسکا یہ ہوا تھا کہ جب مدینہ طیبہ سے مسلمان حج کیلئے مکہ معظمہ آتے تو مشرکین نے کہا تھا کہ ان
لوگوں کو یثرب کے بخار نے ضعیف اور بودا کر دیا ہے تو حضور نے صحابہ سے فرمایا کہ طواف میں رمل کریں
یعنی شانے ہلاتے ہوئے اکڑ کر طواف کرو تا کہ ان کو قوت مسلمین کی مشاہدہ ہو اب سبب تو نہیں لیکن
مامور بہ یعنی رمل فی الطواف بحالہ باقی ہے یہ امر غیر مدرک بالعقل ہے اور جو امر خلاف قیاس ہوتا ہے اس کیلئے
نقل اور وحی کی ضرورت ہوتی ہے اب ہم پوچھتے ہیں کہ عید میلاد النبی کا سبب کیا ہے ظاہر ہے کہ حضور کی
ولادت کی تاریخ ہونا ہے اب ہم پوچھتے ہیں کہ وہ تاریخ گذر گئی یا بار بار آتی ہے ظاہر ہے کہ وہ ختم ہوگئی کیونکہ اب
جو ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ آتی ہے وہ اس خاص یوم الولادۃ کی مثل ہوتی ہے نہ کہ عین اور یہ ظاہر ہے پس
مثل کیلئے وہی حکم ثابت ہونا کسی دلیل نقلی کا محتاج ہوگا بوجہ غیر مدرک بالعقل ہونیکے قیاس اسمیں حجت نہیں
ہوگا لیکن یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ حضور نے یوم الاثنین میں روزہ رکھنے کی وجہ ولدت فیہ سے فرمائی
ہے تو اسمیں بھی یہ کلام ہو سکتا ہے کہ یوم الولادۃ تو گذر گیا ہے اب یہ اسکا مثل ہے اسکو حکم اصل کا کیوں ہوا جواب
یہ ہے کہ یہ صوم تو خود منقول ہے اور آپنے وحی سے روزہ رکھا ہے اسلئے اس پر قیاس نہیں ہو سکتا۔
اب ہم تبرعاً ان حضرات کی بھی ایک عقلی دلیل لکھکر اور اسکا جواب لکھکر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں وہ یہ ہے
کہ یہ مقابلہ ہے اہل کتاب کا کہ وہ ولادت مسیح کے دن عید کرتے ہیں ہم مقابلہ کیلئے حضور کے
یوم ولادت میں عید کرتے ہیں تا کہ اسلامی شوکت ظاہر ہو جواب یہ ہے کہ یہ تو اسوقت کسی درجہ میں صحیح ہوتا
کہ جب ہمارے یہاں اظہار شوکت کیلئے کوئی شئے نہ ہو ہمارے یہاں جمعہ عیدین سب اظہار شعائر اسلام کے
لئے ہیں دوسرے یہ کہ اگر انکا مقابلہ ہی کرنا مقصود ہے تو انکے یہاں اور دنوں میں بھی عیدین اور میلے
ہوتے ہیں تمکو بھی چاہئے کہ ہر ہر دن کے مقابلہ میں تم بھی عید کیا کرو اسی طرح عاشورا کے دن تعزیہ داری بھی
کیا کرو تا کہ اہل تشیع کا مقابلہ ہو چنانچہ بعض جاہل محض مقابلہ کیلئے ایسا کرتے بھی ہیں جناب اگر یہی مصلحت ہے

ہندوؤن کے یہان ہولی دوالی ہوتی ہے تم بھی اُنکے مقابلہ کیلئے ہولی دوالی کیا کرو مین ایک قصہ بیان کرتا ہون اُس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ اصل اور قاعدہ آپکا بالکل بے اصل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر مین تھے کفار نے ایک درخت بنا رکھا تھا اُسپر ہتھیار لٹکاتے تھے اور اُسکا نام ذات انواط رکھا تھا بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اجعل لنا ذات انواط یعنی یا رسول اللہ ہمارے لیئے بھی آپ ایک ذات انواط مقرر فرما دیجیے یعنی کوئی ایسا درخت ہمارے لیئے بھی آپ مقرر فرما دیجیے کہ اُس پر ہم ہتھیار کپڑے وغیرہ لٹکا دیا کرین دیکھیے بظاہر ہمین کچھ حرج معلوم نہین ہوتا اسلیئے کہ کسی درخت پر کپڑے یا ہتھیار لٹکا دینا ایک امر مباح ہے اسمین تشبہ بھی کچھ نہین لیکن چونکہ صورۃً انکی مشابہت تھی اسلیئے حضور کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا اور فرمایا سبحان اللہ یہ تو ایسی ہی بات ہوئی جیسے قوم موسیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا اجعل لنا الٰھا کما لھم اٰلھۃ پس جب ایسی مشابہت کو بھی حضور نے ناپسند فرمایا تو جس صورت مین انکی پوری شکل بنائی جاوے یہ تو بطریق اولیٰ ناجائز ہوگا یہ اس بات مین گفتگو تھی جو اختصار کیساتھ بیان کیگئی غرض عقل سے نقل سے ہر طرح بحمد اللہ ثابت ہو گیا کہ یہ عید مخترع ناجائز اور بدعت واجب الترک ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمکو فرحت کا حکم ہوا ہے اور اُسکی تحدید یا تجدید کا حکم نہین بلکہ فرح دائم اور مسرت دائمی کا حکم ہے اسلیئے کسی خاص دن کو اسکے لئے مخصوص نہ کرین اور ہر وقت اس آیت پر عمل کرین چونکہ یہ باب سرور اور فرحت کے مامور بہ ہونے کے باب مین ہے اسلیئے مین اسکا نام السرور رکھتا ہون اور عید المیلاد یعنی پر چونکہ اسمین مفصل کلام ہے اسلیئے اسکو ارشاد العباد فی عید المیلاد کے لقب سے ملقب کرتا ہون اب اللہ تعالیٰ سے دعا کرین کہ اللہ تعالیٰ

خلاصہ وعظ

ہمکو اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرماوین اور بدعات اور
تمام نامرضیات سے محفوظ رکھین آمین
یا رب العالمین



ضمیمہ وعظ ہذا

اب حسب وعدہ مذکورہ وعظ بعض عبارات صراط مستقیم و تبعید کے آخر میں ملحق کیجاتی ہیں

فائدہ فی الروایات المتعلقہ بتعیید یوم من الایام وتقییدہ ببعض الاحکام

فی تبعید الشیطان تقریب اغاثۃ اللهفان لابن القیمؒ ومن ذلک اتخاذها (ای القبور) عیداً وهو ما یعتاد قصده من مکان وزمان فالزمان کقوله صلی اللہ علیہ وسلم یوم عرفۃ ویوم النحر وایام منی عیدنا اهل الاسلام رواه ابوداؤد وغیره والمکان کما روی ابوداؤد فی سننه ان رجلا قال یا رسول اللہ انی نذرت ان انحر ببوانة قال انها وثن من اوثان المشرکین او عید من اعیادهم قال لا قال فاوف بنذرک وکقوله لا تجعلوا قبری عیدا وهو ماخوذ من المعاودة والاعتیاد فاذا کان اسما للمکان فهو المکان الذی یقصد الاجتماع فیه وقصده للعبادة او لغیرها کما ان المسجد الحرام ومنی ومزدلفة وعرفة والمشاعر جعلها اللہ عیدا للحنفاء ومثابة کما جعل ایام التعبد فیها عیدا وکان للمشرکین اعیاد زمانیة و مکانیة ابطلها الاسلام وعوض الحنفاء من الزمانیة عید الفطر وعید النحر وایام منی ومن المکانیة الکعبة وعرفة ومنی والمشاعر الخ ص ۲۱۷ فی القول الفاصل الفارق عن الصراط المستقیم لابن تیمیةؒ ومن المنکرات فی هذا الباب سائر الاعیاد والمواسم المبتدعة فانها من المنکرات المکروهات سواء بلغت الکراهة التحریم او لم تبلغه وذلک ان اعیاد اهل الکتاب والاعاجم نهی عنها لسببین احدهما ان فیها مشابهة للکفار والثانی انها من البدع فما احدث من المواسم والاعیاد فهو منکر وان لم یکن فیه مشابهة لا هل الکتاب لوجهین احدهما ان ذلک داخل فی مسمی البدع والمحدثات فیدخل فیما رواه مسلم فی صحیحه الی ان قال وایاکم ومحدثات الامور فان کل بدعة ضلالة ثم قال

هذا قاعدة قد دلت عليها السنة والاجماع مع ما فى كتاب الله من الدلالة عليها ايضاً
قال الله تعالىٰ ام لهم شركاء شرعوا لهم من الدين ما لم يأذن به الله وفيه عن الصراط
المستقيم ايضاً فاما اتخاذ اجتماع راتب يتكرر بتكرر الاسابيع والشهور والاعوام غير
الاجتماعات المشروعة فان ذلك يضاهى الاجتماعات للصلوات الخمس والجمعة
والعيدين والحج وذلك هو المبتدع المحدث ففرق بين ما يتخذ سنة وعادة فان ذلك
يضاهى المشروع وهذا الفرق هو المنصوص عن الامام احمد وغيره من الائمة الخ وفيه
عن فتح البارى وقد مضى فى كتاب العلم ان ابن مسعودؓ كان يذكر الصحابة كل خميس الى قوله
وقد كان ذلك فى عهد النبى صلى الله عليه وسلم لكن لم يجعله راتبا كخطبة الجمعة بل بحسب الحاجة الخ

خلاصہ مقصود وعظ یعنی حصہ دلائل وجواب دلائل متعلقہ عید المیلاد

رقم زدۂ حضرت مولنا صاحب مدظلہم العالی

یہان دو مقام پر کلام ہوا ایک دلائل تعیید کے غیر مشروع ہونیکے دوسرے جواب اہل تعیید کے دلائل کے
سوامر اول کا بیان یہ ہے کہ اسمین چند دلائل ہین نمبر اول قرآن مجید مین ہے ام لهم شركاء شرعوا لهم من
الدين ما لم يأذن به الله اس سے ثابت ہوا کہ کوئی امر بدون اذن شرعی دین کے طور پر مقرر کرنا جائز
ہے اور بدعت یہی ہے یہ تو کبریٰ ہوا اور صغریٰ ظاہر ہے کہ یہ عمل اسمین وارد نہین جزئیاً تو ظاہر ہے اور کلیاً
بھی نہین اور یہ محتاج بیان ہے کیونکہ اہل ابتداع اسکو کسی کلیہ مین داخل کر سکتے ہین مگر وہ ادخال بدلیل
قوی غیر صحیح ہے وہ دلیل یہ ہے کہ جو داعی ہے اسکے ایجاد کا خواہ اظہار سرور وفرح نعمت الٰہیہ پر یا اظہار
شوکت اسلام مخالفین پر وہ داعی جدید نہین قدیم ہے اور باوجود اسکے کسینے خیر القرون مین ایسا عمل
نہین کیا اور وہ حضرات قرآن مجید وحدیث شریف کو تمام امت سے زیادہ سمجھنے والے تھے پس دلیل
ہے اسکی کہ یہ ادخال صحیح نہین - نمبر ۲ - حدیث صحیح ہے من احدث فى امرنا هذا ما ليس منه
فهو رد - اسمین بھی وہی تقریب ہے جو ابھی مذکور ہوئی - نمبر ۳ - مسلم کی روایت ہے قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم لا تختصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالى ولا تختصوا يوم الجمعة بصيام من بين الايام
الا ان يكون فى صوم يصومه احدكم - اس حدیث سے تخصیص غیر منقول بطور قربت کا منہی عنہ

بطور قاعدہ کلیہ کے ثابت ہوا گو بعض علماء نے صوم جمعہ کو بانفرادہ بھی جائز رکھا مگر وہ بھی اس کلیہ کو مانتے
ہین اُنھون نے اس تخصیص کو نقل سے ثابت کرکے اجازت دی ہی اور نہی کو اعتقاد وجوب وغیرہ پر
محمول کیا ہے سو یہ دوسری بات ہی مقصود ہمکو صرف اس کلیہ کی صحت کا ثابت کرنا ہی سو وہ بالاجماع
ثابت ہی یہ تو کبریٰ ہوا اور صغریٰ ظاہر ہے کہ عمل مبحوث فیہ مین صریح تخصیص ہی اور تخصیص بھی بطور دین و
عبادت کے کیونکہ اسکو عوام کیا بلکہ خواص بھی دین کی بات سمجھتے ہین جسکی کھلی نشانی یہ ہے کہ اس تخصیص کے
تارکین کو دینا برا سمجھتے ہین اور تخصیصات عادیہ کو ایسا نہین سمجھتے دوسری علامت اسکے تخصیص عادی
نہ سمجھنے کی یہ ہے کہ اسمین کبھی تقدیم و تاخیر گوارا نہین کرتے اور تخصیصات عادیہ مین عوارض سے
تقدیم و تاخیر ہو جاتی ہی پس یقیناً یہ تخصیص منہی عنہ مین داخل ہی بلکہ اس سے بھی بڑھکر کیونکہ یوم جمعہ کے تو فضائل
بھی وارد ہین جب اسمین ایسی تخصیص جائز نہین تو جس تاریخ کے فضائل بھی منقول نہین اسمین ایسی تخصیص کب جائز
ہوگی اور اسکے منقول ہونے پر جو ان موجدین کا استدلال ہی اسکا جواب وہان آویگا جہان دوسرے مقام پر
کلام ہوگا۔ یہ دلائل عامہ ہین آگے دلیل خاص ہی درباب خصوص تعیید کے۔ نمبر ۱۔ نسائی نے حدیث
روایت کی ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجعلوا قبری عیدا وصلوا علی فان صلاتکم
تبلغنی حیث کنتم یہ حدیث صحیح ہی اس امر مین کہ عید کے طرز پر کہ اسمین اہتمام اجتماع کا ہوتا ہے
جمع ہونے کو منع فرمایا ہی اور اس اجتماع کی اگر کوئی تاویل کرے کہ ہم تو صلاۃ کیلئے جمع ہوتے ہین جیسا عادت
ہے اہل ابتداع کی کہ کلیات منقولہ مین زبردستی جزئیات مبتدعہ کو داخل کیا کرتے ہین اسکو رد فرما دیا کہ صلاۃ
ہر جگہ سے ہو سکتی ہی یہ اجتماع پر موقوف نہین اور اس سے بہت بڑی بات ثابت ہو گئی کہ جب صلاۃ
کیلئے جو کہ مندوب و قربت ہے ایسا اجتماع کالعید جائز نہین تو دوسرے اغراض کیلئے جو اس سے
ہی ادنی ہین ایسا اجتماع کہان جائز ہوگا یہ حدیث خاص عید کی تخصیص کی نفی پر دال ہی کہ کسی عید کا
ابتداع ناجائز ہے اور اس تقریر سے نفس زیارت قبر نبوی یا اسکے لیے سفر کی نفی نہین لازم آئی
کیونکہ وہان صرف زیارت سے برکات حاصل کرنا مقصود ہی جو کہ دوسری روایات سے مندوب ہے وہان
تاریخ مقصود نہین اور نہ محض صلاۃ کیلئے سفر کیا جاتا ہے جس پر صلوا علی فان صلاتکم تبلغنی حیث کنتم سے
شبہ ہو سکے۔ نمبر ۲ حدیث مین ہی کہ عید کے روز جاریان ظرف بجا رہی تھین حضرت عمرؓ نے انکار فرمایا تھا تو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہذا عیدنا اس سے صاف معلوم ہوا کہ اپنے سے عید بنانا جائز

نہیں ورنہ یہ تعلیل خاص نہ رہیگی۔ عید منقول کیساتھ کیونکہ جس روز کو کوئی عید بنا لے وہان ہی یہ تعلیل جاری ہو جاویگی حالانکہ
خاص ہے نا تعلیل کا صاف ظاہر ہے اور عدم تخصیص سے الغاء کلام شارع لازم آویگا۔ یہ تو دلائل کتاب و سنت سے تھے
نمبر ۶۔ امت کا اجماع کسی امر کے ترک پر یہ اجماع ہے جس سے استدلال کرنا خلفاً عن سلف منقول ہے چنانچہ
ماہر اصول و فقہ پر مخفی نہیں جیسا عیدین میں اذان نہونے کو اسی غرض کیلئے نقل کیا گیا ہے اور جمعہ میں صلوۃ کی
تقدیم کو خطبہ پر نظر انکار سے دیکھا گیا ہے حنفیہ نے صلوۃ جنازہ کے عدم تکرار یا صلوۃ علی القبر کی نفی پر
اسی سے استدلال کیا ہے کہ سلف نے نہیں کیا۔ یہی قصہ عید میلاد میں ہے کتاب و سنت کے بعد یہ اجماع ہو گیا
نمبر ۷۔ علماء نے اپنی کتب میں اسی سے بحث بھی کی ہے کما فی تبعید الشیطان و فی الصراط المستقیم
پس یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ شاید تمہارے استدلال میں کوئی خدشہ ہو پس قیاس بھی اس پر دال ہو گیا۔ دوسرا
مقام جواب ہے موحدین کے دلائل کا اور جو دلائل میں نقل کرتا ہوں پہلے انسے تمہیں منقول نہیں دیکھے اور شاید
انکے ذہن میں بھی نہ آئے ہون مگر احتیاطاً تمام محتملات کا جہاں جہاں گنجائش محتمل تھی انسداد کئے دیتا ہوں۔
نمبر ۱۔ یہ جو آیت پہلے پڑھی ہے اس میں احتمال ہے کہ شاید استدلال کریں سو جواب ظاہر ہے کہ فرح کو کون منع کرتا ہے
اسکی خاص ہیئت کو منع کرتے ہیں اور اسکا جواز آیت میں منقول نہیں اگر ایسے کلیات سے استدلال ہو تو فقہا
کی تصریحاً منع کی ہوئی بدعات صلاۃ الرغائب وغیرہ سب جائز ہونگی کسی کلیہ میں تو وہ بھی داخل ہیں اور یہی
ایک خرابی ہے اہل بدع میں کہ تامل نہیں کرتے کہ قضیہ ناہیہ میں موضوع اور ہے اور قضیہ مجوزہ میں اور پھر تناقض
کہان کہ ایک کے اثبات سے دوسرے کی نفی ہو جاوے اسکی نظیر الزنجی اسود و الزنجی لیس باسود ہے
بلکہ اگر غور سے کام لیا جاوے تو اس آیت پر ہم زیادہ عامل ہیں اسلئے کہ موحدین کا فرح تو متجدد ہے جسکے
معنی یہ ہیں کہ درمیان میں فرح نہ رہا تھا پھر تازہ کیا ہے اور ہمارا فرح دائم ہے پس آیت انکے خلاف ہوگی جو فرح کو
منقطع سمجھتے ہوں یعنی اس نعمت کا شکر ترک کر دیا ہو جسکو حق تعالی نے لقد من اللہ الخ میں بھی ذکر فرمایا
ہے اور اس آیت میں بھی فضل و رحمت کی سب سے بڑھکر فرد وجود باجود ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پس
جو فرح کو منقطع کر چکے ہوں وہ آیت کے مخالف ہونگے جیسے کہ جو فرح کو متجدد کرتے ہیں وہ دوسری آیت
ناہیہ عن الابتداع کے خلاف کرتے ہیں حاصل تقریر کا یہ ہے کہ اس فرح کی تحدید تو تفریط ہے اور اسکی تجدید
بالہیئۃ افراط ہے اور اسکی ادامت مطلوب ہے سو بحمد اللہ تعالی ہم اس نعمت ادامت سے مشرف کئے گئے ہیں نہ متجدد ہیں نہ مجدد
نمبر ۲۔ ایک استدلال مشہور ہے کہ ابو لہب نے ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا اور اسکو تخفیف ہوتی جواب اسکا بھی ہے جو گذرا کہ

نفس فرح کو کون منع کرتا ہے مگر اس سے قیود و خصوصیات یا تعیید کیسے ثابت ہوئی۔ نمبر ۳۔ شاید کوئی اس
آیت سے استدلال کرے قال عیسیٰ ابن مریم اللھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاولنا
وآخرنا الآیہ۔ کہ دیکھو اسمیں مصرح ہے کہ یوم عطائے نعمت کو عید بنانا تجویز کیا اور اصول میں مقرر ہے کہ
اذا قص اللہ الخ اور اس پر بیان انکار کیا نہیں گیا پس حجہ ہمارے لئے ہی ہو جاویگی جواب اسکے دو ہیں اول
یہ کہ یہ ضرور نہیں کہ اُسی جگہہ انکار ہو شریعت میں کہیں بھی ہو کافی ہے چنانچہ سجدہ ملائکہ لآدم علیہ السلام و سجدۂ والدین و
اخوۂ یوسف علیہ السلام جس جگہہ منقول ہے وہان انکار نہیں اور پھر فقہائے نے سجدہ تحیہ للمخلوق کی حرمت ثابت کی ہے
اور اس تعیید کے انکار کے دلائل شرعیہ اول منقول ہو چکے ہیں پس استدلال تام نرہا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں
یوم نزول مائدہ کا عید بنانا مذکور ہی نہیں صرف مائدہ کیطرف ضمیر راجع ہے اور عید بمعنی سرور ہے یعنی وہ مائدہ ہمارے
اول و آخر کیلئے مایہ سرور بنجاوے کہ اس نعمت پر دائما فرحان و شادان و شاکر رہیں کما ذکر فی فضل اللہ و رحمتہ
نمبر ۴۔ بخاری میں قصہ ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اگر آیہ اکملت ہمپر نازل ہوتی تو یوم اس
یوم کو عید بنا لیتے۔ جسکے جواب میں حضرت عمرؓ نے فرمایا نزلت یوم جمعۃ و عرفۃ وکلاھما بحمد اللہ لنا
عید۔ اور طبری اور طبرانی میں ہے کہ وھما لنا عیدان اور ترمذی میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے یہ
جواب دیا نزلت فی یوم عیدین یوم جمعۃ و یوم عرفۃ دیکھو ان دونون حضرات نے تعیید پر انکار نہیں کیا
بلکہ سکوت ثابت کیا کہ اُس روز ہماری بھی عید تھی اسکے بھی دو جواب ہیں ایک یہ کہ انکار اُسی جگہہ ضرور نہیں جیسا
کہ مذکور ہوا دلائل شرعیہ انکار کے کافی ہیں چنانچہ ہمارے فقہا سے تعریف پر انکار کہ وہ بھی ایک عید ہے اور حضرت
عمرؓ سے شجرہ حدیبیہ پر اجتماع کا انکار کہ وہ بھی مشابہ عید کے تھا منقول ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسی تعیید کو
جائز نہ سمجھتے تھے نیز حضرت ابن عباسؓ کا قول صحیحین و سنن ترمذی و نسائی میں مروی ہے لیس التحصیب
بشئ انما ھو منزل نزلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا فی التعلیق الممجد حالانکہ تحصیب منقول ہے
ہے لیکن صرف اتنی بات پر کہ کوئی شخص عادت کو عبادت سمجھ جاوے اُسکو لیس بشئ کہتے ہیں تو جو سرے سے منقول ہی ہو نہ کلیا
نہ جزئیا اسکو عبادت سمجھنا اُنکے نزدیک کسقدر قابل انکار ہوگا اور یہان ہی سے معلوم ہوا کہ اُنسے جو تعریف مذکور
نقل کیگئی ہے وہ روایت یا اس علت سے ہے جسپر اُنکا فتوی تحصیب کے باب میں دال ہے معلول ہے یا مأول ہے و تقصد دعاء الملتزم
و بلا اتشبہ باہل عرفات کیا فقط۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہودی کو اس مسئلہ فرعیہ کے تبلانیکی حاجت نہ تھی کہ یہ تعیید کیسی ہے
بلکہ اسکو ایک خاص طرز پر جواب دیا کہ تو جو کہتا ہے کہ ایسی نعمت عظمی پر عید نہیں ہوئی یہ غلط ہے ہم تو پہلے عید کرتے ہمارے

یہان پہلے سے عید ہی ہا بلکہ اگر غور کیا جاوے تو اس سے بھی تکبیر علی التعبید ثابت ہوتا ہے یعنی ہماری شریعت مین چونکہ
ایسے اسباب سے عید کرنا درست نہ تھا اور اللہ تعالی کو اسکے نزول کے یوم کو عید کرنا مقصود تھا اسلئے ایسے ہی دن
نازل فرمایا کہ عید بھی ہو جاوے اور بدعت سے بھی بچے رہین - نمبر ۵ - ایک احتمال اس حدیث سے استدلال کرنیکا ہے کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کے روز روزہ رکھتے تھے اور سوال کیا گیا تو آپنے فرمایا ذلک الیوم الذی ولدت فیہ
اس سے معلوم ہوا کہ یوم ولادت مین کچھہ قربات ادا کرنا مشروع ہے اور فرح و سرور یا اجتماع للذکر و تقسیم طعام یا شیرینی یہ سب
قربات ہین پس یہ بھی مشروع ہو گئے جواب اسکے دو ہین - ایک تو یہ کہ حدیث مین ایک دوسری وجہ بھی منقول ہے وہ یہ کہ اس یوم
مین اور خمیس مین بھی اعمال پیش ہوتے ہین مین چاہتا ہون کہ حالت صوم مین میرے اعمال پیش کئے جاوین پس اس
صورت مین احتمال ہوگیا کہ ذلک الیوم الذی ولدت فیہ علت نہو بلکہ علت تو عرض اعمال ہو اور وہ حکمت ہے
اور حکمت کیساتھہ حکم دائر نہین ہوتا دوسرے دو حال سے خالی نہین آیا یہ علت عام اور یہ حکم موافق قیاس کے ہے یا علت
خاص اور حکم خلاف قیاس ہے اگر شق اول ہے تو کیا وجہ کہ یوم الاثنین مین کہ یوم ولادت ہے نوافل اور تلاوت قرآن و طعام
طعام حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ سے منقول نہین باوجود توفر رغبت الی الخیر کے نیز ربیع الاول کی ۸ یا ۱۲ کہ تاریخ
ولادت ہے خود روزہ کیون منقول نہین نیز ولادت جیسی نعمت ہے بہت سی اور نعمتین بھی آپکو عطا ہوئین نبوت ہجرت فتح مکہ
وغیرہ انکے ساتھ کسی عبادت کو معلل کیون نہین فرمایا پس معلوم ہوا کہ نہ علت عام ہے نہ حکم موافق قیاس کے ہے علت بھی خاص ہے
اور حکم بھی خلاف قیاس ہے اور اصل مدار اسکا وحی اور نقل ہے پس اسحالت مین قیاس کہان جائز ہوگا خاصکر غیر مجتہد کو جبکہ
ایسے مقام پر مجتہد کو بھی جائز نہین اگر کسیکو شبہ ہو کہ یہ تو موافق قیاس کے ہے لیکن اور نعمتین فرع ہین اور ولادت اصل ہے اسلئے
اس روز قربات مشروع ہوئین تو جواب اسکا یہ ہے کہ حمل ولادت کی بھی اصل ہے اس تاریخ مین کوئی قربت کیون نہین مشروع
ہوئی پھر یہ کہ دوسری قربات آپسے خود یوم ولادت یا تاریخ ولادت مین کیون منقول نہین علاوہ اسکے اگر اس سے
استدلال کیا جاوے تو حیرت ہے کہ یوم ولادت کہ یوم الاثنین ہے جو کہ حدیث مین مذکور بھی ہے اس مین تو عید نکرین اور
تاریخ ولادت جس مین کوئی چیز بھی حضور سے منقول نہین اس مین عید کرین پس چاہیے کہ ہر دوشنبہ کو
وہی اہتمام کیا کرین جو ۱۲ ربیع الاول کو کیا جاتا ہے یہ گفتگو تھی دلائل سمعیہ مین جانبین سے اب ہم اہلسنت
کی طرف سے ایک عقلی دلیل بھی بیان کرتے ہین وہ یہ کہ شریعت مین ہر فعل کا ایک سبب خاص ہوتا
ہے اور اس سببیت اور مسببیت کی تین صورتین شریعت مین پائی جاتی ہین ایک یہ کہ سبب بھی
بار بار پایا جاتا ہے اور مسبب بھی بار بار پایا جاتا ہے جیسے اوقات صلوۃ صلوۃ کے لئے اور رمضان

صوم کے لیئے فطر صیام عید کے لیئے یوم اضحی اضحیہ کے لیئے دوسرے یہ کہ سبب بھی ایک
ہی ہے مسبب بھی ایک جیسے بیت اللہ حج کے لیئے اور یہ دونوں امر مدرک بالعقل ہین اور
اور تیسری صورت یہ کہ سبب ایک بار پایا گیا اور مسبب بار بار پایا جاوے جیسے مشرکین کو قوت
دکھلانے کے لیئے رمل کیا گیا تھا پھر ارادۂ قوت تو نہ رہی مگر رمل رہ گیا اور یہ امر مدرک بالعقل
نہین اسلیئے اس مین بجز وحی کے کوئی سبیل نہین جب یہ قاعدہ ممہد ہو گیا اب ہم پوچھتے ہین کہ
عید میلاد کا سبب کیا ہی ظاہر ہے کہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی تاریخ ہونا اب
دیکھیے کہ وہ تاریخ واحد ہے جو منقضی ہوگئی یا متجدد ہے ظاہر ہے کہ وہ منقضی ہو چکی دوسری
تاریخ اسکا عین نہین صرف مثل ہو اور مثل کا مدار حکم ہونا کسی دلیل سے ثابت نہین پس اس حالت
مین عید کا متجدد ہونا امر غیر مدرک بالعقل ہوگا اس لیئے محتاج وحی ہوگا قیاس اس مین حجت
نہوگا اور وحی ہے نہین اس لیئے اسکو زیادت علی الشرع کہین گے اور اس سے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ذلك الیوم الذی ولدت فیہ پر شبہ نکیا جاوے کہ وہ یوم
تو منقضی ہو گیا تھا جواب یہ ہے کہ اس صورت مین ہم کہہ چکے ہین کہ وحی کی ضرورت ہے اور
آپ کے پاس اس حکم پر وحی تھی اور جس طرح یہ ہمارے پاس دلیل عقلی ہے اسی طرح
ان کے پاس بھی ایک دلیل عقلی ہے وہ یہ کہ اس مین مقابلہ ہے اہل کتاب کا کہ وہ ولادت
مسیح علیہ السلام کے دن اظہار شوکت کرتے ہین پس ہم ولادت نبویہ کے روز کرتے ہین
اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ ہمارے لیئے اظہار شوکت کا دن شارع علیہ السلام
مقرر فرما چکے ہین عید بقر عید بلکہ ہر جمعہ پھر اس اختراع کی کون حاجت ہی دوسری اگر یہی بات
ہے کہ ان کے ہر عمل کے مقابلہ مین ایک ایسا ہی عمل ہو تو چاہیئے کہ اہل سنت محرم کی دسوین
بھی کیا کرین تاکہ اہل تشیع کے مقابلہ مین اظہار شوکت اہل حق ہو اور نیز عوام ان کی دسوین مین جانے
سے بچین اور اگر اس کا کوئی التزام کرے تو اس کے جواب کے لیئے ایک حکایت نقل کرتا
ہون کہ جونپور مین ایک صاحب ہر مہینہ کی دسوین کو مجلس کیا کرتے تھے اور ایسی ہی مصلحت
بیان کرتے تھے ایک محقق عالم نے ان سے کہا کہ اگر ایسی ہی مصلحت ہے تو ہنود کے
ہولی دوالی ہوتی ہے تو چاہیئے مسلمان بھی ایک ہولی دوالی کیا کرین اسی راز کی بنا پر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مقابلہ پر انکار صریح فرمایا ہے جبکہ صحابہ نے عرض کیا کہ اجعل لنا ذات انواط کما لھم ذات انواط تو آپ نے فرمایا یہ تو ایسی ہی بات ہوگئی جیسے بنی اسرائیل نے کہا تھا اجعل لنا الٰھا کما لھم آلھۃ اور جاننا چاہیے کہ بعض مقامات پر ایک مجلس رجبی کے نام سے بتخصیص تاریخ ۲۷ رجب نہایت اہتمام سے منعقد ہوتی ہے دلائل مذکورہ منع کے اور جوابات وشبہات جواز اس میں بھی اکثر جاری ہیں بس اس کا حکم بھی یہی ہے کہ وہ بھی داخل بدعت ہے۔

کتبتہ لیلۃ الاثنین ثامن ربیع الاول تاریخ المولد الشریف عند کثیر من العلماء سنہ ۱۳۲۳ ہجری

ثم بعد ھذا التحریر ذکر ھذا المضمون تقریراً یوم الجمعۃ ثانی عشر من الشھر المذکور تاریخ المولد الشریف علی القول المشہور من السنۃ المذکورۃ مرۃ

اطلاع

متعلق دفتر دعواتِ عبدیت

مقام بنت ضلع مظفر نگر

جو کہ میرے بڑے لڑکے برخوردار رفیق احمد سلمہ الصمد نے تھانہ بھون ضلع مظفر نگر میں مطبع موسوم امداد المطابع جاری کیا ہے اور وہاں سے ایک سالہ الامداد بسرپرستی طبیب الملت حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ماہوار شائع ہونا شروع ہو گیا ہے جسکی نسبت اشتہارات علیحدہ طبع ہو کر شائع ہو چکے ہیں اسلئے ہمنے بغرض آسانی طالبین و شائقین دعوات عبدیت کے اپنا دفتر دعوات عبدیت بنت ضلع مظفر نگر کا ماہ رجب ۱۳۳۳ھ سے متعلق امداد المطابع تھانہ بھون کر دیا ہے اور بہت سامان وہاں بھیج دیا ہے۔ جن حضرات کو ضرورت ہو تاجرانہ نرخ پر مال بکفایت منشی رفیق احمد ایڈیٹر الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر سے طلب فرماویں:۔

الملتمس:۔ محمد صدیق احمد بنت ضلع مظفر نگر

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی مدظلہم العالی کے مواعظ

حضرت مولانا موصوف کے مواعظ کا مطالعہ کرنا تجربہ اور مشاہدہ سے نہایت ہی مفید ثابت ہوا ہے انکے بکثرت دیکھنے سے دین اور دنیا دونوں درست ہو جاتے ہیں اسلئے ان مواعظ کے ضبط اور طبع کا اہتمام شروع کیا گیا ہے چنانچہ جو مواعظ ابتک طبع ہو چکے ہیں انکی فہرست مع قیمت درج ذیل ہے:۔

دعوات عبدیت جلد اول مشتمل بر دس وعظ و سوا سو ملفوظات	عہ
" جلد دوم " و " "	۸/عہ
" جلد سوم " و " "	۱۰/عہ
" جلد چہارم " و " "	۲/عہ
" جلد پنجم " و دو سو پچاس	۱۳/عہ
(ثانی پانچ جلدیں دعوات عبدیت کی تیار ہو رہی ہیں)	

(مواعظ متفرقات)					
النور	۲/	الظہور	۲/	فوائد الصحبۃ	۳/
تذکیر الآخرۃ	۱/	انقلاب امت	۲/	تجارۃ آخرۃ	۲/
اشرف المواعظ کلاں جلد اول جس میں سات وعظ ہیں					۵/
" جلد دوم " پانچ "					۵/
اغلاط العوام					۱/

ملنے کا پتہ:۔ محمد عبداللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون ضلع مظفر نگر